بسم اللہ الرحمن الرحیم
تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان
نظام خلافت راشدہ کا داعی
ماہنامہ
حق چار یار
رضی اللہ عنہم
لاہور
زیر نگرانی
وکیل صحابہؓ، پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم
بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت، پاکستان

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدامِ اہلِ سنت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

خدایا اہلِ سُنّت کو جہاں میں کامرانی دے — خلوص و صبر و ہمّت اور دیں کی حکمرانی دے
تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں — رسولُ اللہ کی سُنّت کا ہر سو نور پھیلائیں
وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو — ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو
صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں — وہ ازواجِ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حُسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تُو اپنے اولیاء کی بھی محبّت دے خُدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا — اُنھوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا
تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں — کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں
تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل — عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل
ہو آئینی[1] تحفّظ ملک میں ختمِ نبوّت کو — مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوّت کو

تُو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رُسولِ پاکؐ کی عظمت، محبّت اور اطاعت کی

تیری توفیق سے ہم اہلِ سُنّت کے رہیں خادم — ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت ہو دُنیا میں قیامت میں تیری ظِلّ

---

[1] الحمد للہ! تمام مُسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئینِ پاکستان میں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریکِ خُدّام اہلِ سُنّۃ والجماعۃ
کا ترجمان
نظامِ خلافتِ راشدہ کا داعی

جلد : ۱ شمارہ : ۱ بدل اشتراک : سالانہ ۵۰ رُوپے ، فی پرچہ : ۵ رُوپے

زیرِ سرپرستی

پیرِ طریقت، وکیلِ صحابہؓ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

فون : ۲۸۵۸

مدیرِ مسئول

حکیم حافظ محمد طیب

فون : ۴۱۶۱۰۷

ماہ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
بمطابق فروری، مارچ ۱۹۸۹ء

خط و کتابت کا پتہ
دفتر ماہنامہ "حق چاریار" ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

ایڈیٹر و پبلشر حکیم حافظ محمد طیب نے مطبع فضل شریف پرنٹرز رنگ محل لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حق چاریار ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔ فون : ۴۱۶۱۰۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفکر و تدبر

اہل سنت کو مبارک پرچم حق چار یار

اھدنا الصراط المستقیم

تحریک خدام اہل سنت کے زیر اہتمام ماہنامہ "حق چار یار" کا پہلا شمارہ شائع ہو رہا ہے۔ اور قبل ازیں گو پاکستان میں علمی، دینی اور اصلاحی جرائد و رسائل اور ہفت روزے اور ماہنامے خاصی تعداد میں شائع ہو رہے ہیں جن کے علوم و معارف سے شائقین حضرات استفادہ کر رہے ہیں۔ تاہم ایک عرصہ سے ایک ایسے مجلہ (رسالہ) کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، جو خصوصی طور پر رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت صحابہؓ کی شرعی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین کی موعودہ خلافتِ راشدہ کے عقیدے کی تبلیغ اور نصرت کا اہم فریضہ سرانجام دے۔ ماہنامہ "حق چار یار" اسی عظیم دینی مقصد کے پیش نظر جاری کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے ہمیں اس سلسلے میں کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین۔

۲۔ اسلام کے نام پر جتنے گروہ اور فرقے بن چکے ہیں یا بنیں گے ان میں اہل السنت والجماعت ہی اپنے اصول و عقائد کی بنیاد پر برحق اور نجات یافتہ فرقہ ہے کیونکہ رب کائنات نے دین حق (اسلام) اس آخری امت کے لیے بذریعہ وحی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اور قرآن کا علم اور عمل اور دین و شریعت کے احکام و اعمال بلا واسطہ ان اہل ایمان نے حاصل کئے، جن کو جمالِ محمدیؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جو صحبتِ نبویؐ سے فیضیاب ہوتے رہے انہی سعادتمند مومنین کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ اہل السنت والجماعت ایک الہامی نام ہے جو صراط مستقیم پر چلنے والوں کے لیے سنتِ رسول اور جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

نشاندہی کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنے معجزانہ ارشاد ما انا علیہ واصحابی میں اس آخری امت کو جنتی اور جہنمی کی پہچان کے لیے ایک شرعی کسوٹی عطا فرمائی ہے کہ جنت میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اصحاب کے طریقہ کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے مکتوبات میں سے جو اقتباسات اس شمارہ میں شائع ہو رہے ہیں ان میں بھی اہل السنت والجماعت کے الہامی عنوان کی تشریح فرمائی ہے۔ اور اہلِ حق ہمیشہ اس نام و عنوان کو اختیار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اسی سلسلے میں دورِ حاضر کے ایک مشہور مورخ اور محقق علامہ سید سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ :- مسلمانوں میں ہر دور میں سینکڑوں فرقے پیدا ہوئے لیکن وہ نقش بر آب تھے۔ اُبھرے اور مٹ گئے۔ جو فرقہ عموم اور کثرت کے ساتھ باقی ہے اور آج مسلمان آبادی کا کثیر حصہ بن کر اکنافِ عالم میں پھیلا ہے وہ فرقہ اہل السنت والجماعت ہے۔ عام طور پر اہل سنت کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ جو شیعہ نہ ہو۔ لیکن یہ اس کا اثباتی پہلو نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی حقیقت کو پوری طرح سمجھا جائے۔ اس لیے ہم کو اہل السنت والجماعت کے ایک ایک لفظ کے معنی پر غور کرنا چاہیئے۔ اہل السنت والجماعت تین لفظوں سے مرکب ہے۔ اہل کے معنی اشخاص۔ مقلدین۔ اتباع اور پیرو کے یہاں ہیں۔ سنت عربی میں راستہ کو کہتے ہیں اور مجازاً اصول مقررہ۔ رونقِ زندگی اور طرزِ عمل کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں یہ لفظ متعدد دفعہ انہی معنی میں آیا ہے۔ فرمایا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا - اللہ کی سنت میں تم تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ ولن تجد لسنة اللہ تحویلاً - اللہ کی سنت میں تم تبدیلی نہ پاؤ گے۔ سُنَّةَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ان کا راستہ جو پہلے گزرے۔ اسی طرح احادیث میں جو سنت کا لفظ آیا ہے اس کے معنی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصول مقررہ اور طرزِ عمل کے ہیں۔ اسی لیے اصلاح دینی میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ زندگی اور طریقِ عمل کو سنت کہتے ہیں۔ جماعت کے لغوی معنی تو گروہ کے ہیں لیکن یہاں جماعت سے مراد جماعتِ صحابہ ہے۔ اس لفظی تحقیق سے اہل السنت والجماعت کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ اس فرقہ کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات و اعمال اور مسائل کا محور پیغمبر علیہ السلام کی سنتِ صحیحہ اور صحابہ کرام کا اثر مبارک ہے۔ یا یوں کہئے

کہ جنہوں نے اپنے عقائد و اصولِ حیات اور عبادات داخلاق میں اس راہ کو پسند کیا جس پر رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر بھر چلتے رہے اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ اس پر چل کر منزلِ مقصود کو پہنچے" (اہل السنت والجماعت صہ ۹۔ مجلس نشریات اسلام - ۱-کے-۳ ناظم آباد نمبر ا کراچی نمبر ۱۸)

فرقہ کی حقیقت

اہل السنت والجماعت کے نام کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ نے فرقہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور آج کل عموماً اس کی حقیقت سے ناواقف پڑھے لکھے لوگ اس لفظ سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن حکیم کا لفظ ہے جو صحابہ کرامؓ کے لیے حسب ذیل آیت میں استعمال فرمایا ہے :- وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً ۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○

(سورۃ التوبہ ع ۱۵ - آیت ۱۲۲) :- اور (ہمیشہ کے لیے) مسلمانوں کو یہ بھی نہ چاہیئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب نکل کھڑے ہوں (کہ اس میں دوسری اسلامی ضروریات معطل ہوتی ہیں) سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے (اور کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں) تاکہ باقی ماندہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپ سے اور آپ کے بعد علمائے شہر سے) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو (جو کہ جہاد میں گئے ہوئے ہیں) جب کہ وہ ان کے پاس واپس آویں (دین کی باتیں سُنا کر خدا کی نافرمانی سے) ڈراویں تاکہ وہ لوگ (ان سے دین کی باتیں سُن کر بُرے کاموں سے) احتیاط رکھیں"۔ (تفسیر بیان القرآن حضرت مولانا تھانویؒ) آیت میں فرقہ سے مراد اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی جماعت ہے۔ عربی اور اردو کی لغت کی کتابوں میں بھی فرقہ بمعنی جماعت وغیرہ میں آتا ہے۔ چنانچہ عربی لغت المعجم الاعظم میں ہے :- اَلْفِرْقَةُ - لوگوں کی ایک جماعت۔ گروہ۔ غول۔ ٹولی، فوجی دستہ، فوج کا حصہ) اور فیروز اللغات اردو میں ہے :- فرقہ، قوم، جماعت، گروہ، فریق، فرقہ بندی جماعت بنانا۔ کسی گروہ کی تنظیم)۔ اور جیسا فرقہ یا جیسی جماعت ہوگی اس کے مطابق اس کی پیروی یا مخالفت کی جائے گی۔ اور جماعتِ صحابہ کے بارے میں تو کسی مسلمان کے لیے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، کیونکہ وہ محبوب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض یافتہ جماعت ہے۔ اگر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سید الکائنات اور امام الانبیاء والمرسلین ہیں تو آپ کی جماعت یقیناً انبیائے کرام کے بعد تمام امتوں اور جماعتوں سے افضل ہے چنانچہ رب العالمین نے خود ان کو خیر الامت کا لقب عطا فرمایا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۂ آل عمران) تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جن کو دوسرے لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے اٹھایا گیا ہے) اور یہ جماعت صحابہ ہی کی خصوصی شان ہے کہ قرآن حکیم میں حق تعالیٰ نے ان کو اپنی رضامندی کی ابدی سند عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:- رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (سورہ التوبہ) یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور جن مومنین سے علیم بذات الصدور خدائے عزّوجل نے ان پر راضی ہونے کا اعلان فرمایا ہے وہ یقیناً مابعد کی امت کے لیے معیارِ حق ہوں گے۔ کفر و باطل کے غبار سے ان کا دامن پاک ہوگا۔ وہ خلوص و للّٰہیت کا پیکر ہوں گے۔ ان کی پیروی میں صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوگا۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ صحابہ کرام دین کے اصول و عقائد میں بالکل متفق ہیں۔ اگر ان کا اختلاف ہے تو صرف فروعی اور اجتہادی مسائل میں ہے۔ اور یہ مسلمان اہل السنت والجماعت ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام کو برحق اور عادل مانتے ہیں۔ کسی صحابی کے بارے میں بھی اپنے دلوں میں تکدر نہیں رکھتے۔ حسبِ ارشادِ نبوی ان کو نجوم ہدایت مانتے ہیں۔

چار یار

انبیائے کرام سب معصوم ہیں۔ لیکن ان میں بھی فرق مراتب ہے۔ چنانچہ فرمایا تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (پارہ ۳) یہ ہمارے رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے) اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مراتب بھی متفاوت ہیں۔ مہاجرین انصار سے افضل ہیں اور انصار دوسرے صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ اسی طرح بیعت رضوان والے دوسرے صحابہ سے افضل ہیں۔ پھر ان میں اصحاب بدر افضل ہیں۔ اور پھر عشرہ مبشرہ افضل ہیں اور ان عشرہ مبشرہ میں سے بھی اصحاب اربعہ (چار یار) افضل ہیں یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ اور یہی چار یار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسندِ خلافتِ موعودہ پر متمکن ہوئے ہیں۔ اور ان کی باہمی فضیلت ترتیبِ خلافت کی بنا پر ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں ان خلفائے اربعہ کی افضلیت کے دلائل پیش فرمائے ہیں۔ اور

قرۃ العین میں خصوصاً حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہا کی افضلیت کو محققانہ طور پر ثابت کیا ہے ۔

حق چار یار

فرقہ اثنا عشرہ والے حضرت علی المرتضیٰؓ وغیرہ چند صحابہ کے علاوہ باقی تمام جماعتِ صحابہ کے مخالف ہیں ۔ اور خلفائے اربعہ میں سے پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیقؓ ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت راشدہ بلکہ ان کے ایمان و اخلاص کے بھی منکر ہیں ۔ العیاذ باللہ ۔ اور خارجی فرقہ کے لوگ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت اور ان کے ایمان و اخلاص کے منکر ہیں ۔ اور چونکہ اہل السنت والجماعت ان چاروں خلفاء کو برحق مانتے ہیں بلکہ ان کی خلافت کو حسب آیت تمکین اور حسب آیت استخلاف قرآن کی موعودہ خلافتِ راشدہ تسلیم کرتے ہیں۔اس لیے قرآن کی اس موعودہ خلافتِ راشدہ کے مصداق چار یار کی حقانیت کا " حق چار یار " کے الفاظ سے اعلان و اظہار کرتے ہیں ۔ اور چار یار یا حق چار یار کی اصطلاح تحریک خدام اہل سنت نے وضع نہیں کی بلکہ صدیوں سے یہ اصطلاح اہل السنت والجماعت میں مقبول و مشہور ہے ۔ ۱۹۳۶ء کی لکھنؤ مدحِ صحابہ ایجی ٹیشن میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جانباز احرار جلوس میں اس شعر کی گونج پیدا کرتے تھے ؎

جن کا ڈنکا بج رہا تھا چار سو لیل و نہار
ہیں ابوبکر و عمر عثمان و حیدر چار یارؓ

امیر عبدالرحمٰن کا نعرہ حق چار یار

اُردو ڈائجسٹ جولائی ۱۹۸۸ء میں بعنوان " رازوں کا امین" امیر عبدالرحمٰن والی افغانستان کی "آپ بیتی" کی پہلی قسط شائع ہوئی ہے ۔ جس میں امیر عبدالرحمٰن مرحوم نے اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ :- اس پیشکش کا کوئی جواب نہ آیا تو میں نے اگلی صبح اپنی فوج کو قلعے پر حملے کا حکم دے دیا ۔ حملے سے پہلے توپچیوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ رُکے بغیر مختلف سمتوں سے قلعے کی دیوار کو نشانہ بنائیں تاکہ اصل حملے کے مقام صُفقیلہ سے محصورین کی توجہ ہٹائی جا سکے ۔ یوں ہماری فوج کا بڑا حصہ خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور دیوار کے عین نیچے پہنچ کر فوجیوں سے فلک شگاف نعرہ لگوایا " حق چار یارؓ " ۔ امیر عبدالرحمٰن کا یہ واقعہ تقریباً ایک صدی پہلے کا ہے ۔ مرحوم افغانستان کے ایک متشرع

اور مجاہد امیر تھے ۔ ان کی فوج نے " حق چار یار " کا نعرہ لگا کر دشمن پر حملہ کیا تھا ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ " حق چار یار " اور خلافت راشدہ کا عقیدہ نہ صرف علماء بلکہ فوجیوں میں بھی رائج تھا ۔ یہ وہی افغانستان ہے جو تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح ہوا تھا اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے حالانکہ اس سے پہلے وہاں بدھ مذہب رائج تھا ۔ لیکن آج وہی افغانستان ہے جو روسی یلغاز کی زد میں ہے ۔ لاکھوں پٹھان ترکِ وطن کر کے پاکستان میں پناہ لیے ہوئے ہیں ۔ مجاہدین اپنے ایمانی ولولہ کی بنا پر روسی استبداد سے ٹکرا رہے ہیں ۔ قادرِ مطلق مجاہدینِ اسلام کو منصور اور غالب فرمائیے اور افغانستان میں پھر حق چار یار کا ڈنکا بج جائے ۔

امیر عبدالرحمٰن کا ایک خواب

اردو ڈائجسٹ کے حالیہ شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء میں امیر عبدالرحمٰن مرحوم کی " آپ بیتی " قسط نمبر ۵ میں ان کا ایک خواب شائع ہوا ہے ۔ لکھتے ہیں :- یہاں میں اپنے ایک خواب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو روس سے روانہ ہونے سے پہلے میں نے دیکھا تھا ۔ اس خواب نے مجھے اطمینان دیا اور اس یقین سے سرشار کیا کہ بالآخر مجھے کامرانی نصیب ہوگی ۔ میں نے ایک شب دیکھا کہ دو فرشتے مجھے بازوؤں سے پکڑے ہوئے ایک بادشاہ کے حضور پیش کرتے ہیں ۔ یہ بادشاہ ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے ۔ بادشاہ بہت نرم اور مہربان چہرے والا ہے ، اس کے چہرے پر گول خوبصورت داڑھی اور حسین طویل پلکیں اور ابرو ہیں ۔ اس کے جسم پر نیلے رنگ کا ایک بڑا ڈھیلا ڈھالا لبادہ تھا ۔ غرضیکہ اس کا پورا سراپا حسن مکمل اور شرافت کا پیکر دکھائی دیتا تھا ۔ بادشاہ کے دائیں ہاتھ پر لمبی بھوری داڑھی والا ایک نرم رو اور متفکر شخص بیٹھا ہوا تھا ۔ اس کے سامنے درمیانے قد کا اور خوبصورت نقش و نگار کا دوسرا شخص بیٹھا تھا جس کے سامنے قلم اور دوات پڑے تھے اور کچھ عربی مسوّدات لکھے ہوئے رکھے تھے ۔ بادشاہ کے بائیں ہاتھ پر بھی دو افراد بیٹھے تھے ۔ ایک کی داڑھی کا رنگ سنہری تھا ۔ گھنی مونچھیں اور ابرو تھے ۔ سیدھی لمبی ناک اور چہرے پر بہت نرمی اور وضاحت تھی ۔ اس کے چہرے سے ایک سیاستدان کا تاثر ابھرتا تھا ۔ اس کے آگے بیٹھا ہوا شخص نہایت حسین تھا ۔ بادشاہ سے خاصی حد تک مشابہت رکھتا تھا ۔ وہ قدیم دور کے فوجی لباس میں ملبوس تھا اور اس کے پاس ایک تلوار بھی تھی ۔ قد و قامت کے لحاظ سے وہ دوسروں کی نسبت کوتاہ تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات اس کے گہرے شعور اور اس کا مجموعی ڈیل

ڈول اس کے ایک بہادر جنگجو ہونے کا تاثر دیتا تھا۔

میرے فوراً بعد کمرے میں ایک دوسرا شخص بھی لایا گیا۔ بادشاہ نے اسے اشاروں میں کچھ کہا جو میں نہ سمجھ پایا۔ اس کے جواب میں اس شخص نے کہا :۔ اگر مجھے بادشاہ بنا دیا جائے تو میں تمام مذاہب کی عبادت گاہیں گرا کر ان کی جگہ مساجد تعمیر کرا دونگا"۔ بادشاہ نے یہ جواب سن کر کچھ کبیدہ خاطر ہوکر فرشتوں سے اس شخص کو واپس لے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد مجھے مخاطب کیا گیا اور پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ :۔ میں انصاف کروں گا۔ تمام بت توڑ دوں گا اور ان کی جگہ کلمے کو سربلند کرونگا" جونہی یہ الفاظ میری زبان سے نکلے بادشاہ کے چاروں ساتھیوں نے مجھے غور سے دیکھا۔ ان کے چہروں پر مہربانی کے آثار نمودار ہوگئے۔ یہ گویا مجھے بادشاہ بنانے کی رضامندی کا اظہار تھا۔ اس لمحے مجھے بتایا گیا کہ میں جس بادشاہ کے پرسطوت دربار میں ہوں وہ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے دائیں ہاتھ پر بیٹھے ہوئے ان کے برگزیدہ ساتھی حضرت ابوبکرؓ اور عثمانؓ اور بائیں ہاتھ والے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ ہیں۔ اس لمحے میری آنکھ کھل گئی"۔ (اردو ڈائجسٹ صہ۹۲)۔

سچ ہے :۔ ؎ جن کا ڈنکا بج چکا ہے چار سو لیل و نہار
ہیں ابوبکر و عمر۔ عثمان و حیدر۔ چار یارؓ

ایک انوکھی جہالت

بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ حق چار یار کے بجائے "حق سب یار" کہنا چاہیئے۔ کیونکہ حق چار یار سے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ صرف چار یار ہی برحق ہیں اور باقی سارے اصحاب برحق نہیں۔ حالانکہ حق چار یار عقیدہ خلافت راشدہ کے اظہار کا عنوان ہے۔ لیکن اب ایک انوکھی جہالت سامنے آئی ہے کہ یارؔ کا لفظ ہی سوئے ادب پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۹ء (ناشر۔ اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد جس کے بانی اور مدیر اعلیٰ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی ہیں) کے ایک مضمون بعنوان: حقیقت عقیدہ خلافت راشدہ" صہ۶۸ پر لکھا ہے کہ :۔ لفظ یارؔ کا استعمال سوئے ادب ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب رسول کے شایانِ شان بھی نہیں ہے۔ اگر خلافت کی وجہ سے یارِ نبی کہا جا سکتا ہے تو پھر چار یار کی اصطلاح بالکل غلط ہے کیونکہ خلفاء صحابہ کی تعداد چار نہیں۔ کیا چار یار کی اصطلاح بھی مخصوص ہے"۔ الخ

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی ہوں یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب خطیب ایبٹ آباد (جن کی طرف

باقی صفحہ ۲۴ پر

آیتِ معیّت کی محقّقانہ تفسیر

حجّۃ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رُحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغونَ فضلاً مِنَ اللہ وَ رضواناً سِیماھُمْ فی وَجوھھم مِنْ اثرالسجود۔ ذٰلِكَ مثلھم فی التوراۃ وَ مثلھم فِی الْاِنْجِیْل :۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ جو لوگ آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں (یہ لفظ تمام صحابہ کرام کو شامل ہے خواہ ان کو صحبت طویل میسّر ہو یا قلیل اور جو صحابہ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے۔ وہ اصالۃً اور خصوصاً اس کے مصداق ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ سب صحابہ کرام ان صفات کمال کے ساتھ موصوف ہیں کہ) وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اور اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی (یعنی ثواب اور قرب) کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان (کی عبدیت کے آثار (اُن کے) سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ (مراد ان آثار سے خشوع وخضوع کے انوار ہیں جو مومن متقی کے چہرہ میں عموماً مشاہدہ کیے جاتے ہیں) یہ ان کے اوصاف (مذکورہ) تورات میں ہیں، اور انجیل میں ان کا یہ وصف (مذکور) ہے۔

(ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ) پ ۲۶۔ سورۃ الفتح آخری رکوع)

اس آیت کی تشریح میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں۔ ساحر و کاہن نہیں اور ان کے ہمراہی کافروں پر تو بڑے تیز و تند اور ایک دوسرے کے ساتھ مرم اور ایک دوسرے کا دوست۔ تو انہیں دیکھئے تو رکوع میں جھکے ہوئے۔ سجدے میں پڑے ہوئے اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی سے غرض ہے۔ ان کے چہروں میں علامتیں موجود ہیں سجدہ کے اثر سے۔ یہاں تک آیت کے معنوں کا بیان تھا۔ اب اس ہیچمدان کی سنیئے کہ اول جناب باری تعالیٰ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی بعد میں اصحاب کی۔ تو قرینہ عقلیہ سے معلوم ہوا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت میں اصحاب کا رتبہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو وصف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ہوگا اس کے بعد اس وصف کا رتبہ ہوگا۔ جو صحابہ کی مدح میں بیان ہوا ہوگا۔ مگر ہم نے جو دیکھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں رسول اللہ کا لفظ ہے اور اصحاب کی مدح میں اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ تو اس لف ونشر سے معلوم ہوا کہ بعد رسالت کے رتبہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کا ہے۔ کیونکہ بغض فی اللہ یعنی خدا کے سبب کسی سے عداوت کرنی یہ بعینہٖ وہی شدت علی الکفار ہے اور حب فی اللہ بعینہٖ رحماء بینھم کا ترجمہ ہے۔ اس اشارہ سے زیادہ تر تصدیق اس حدیث کی ہوگی جو سنیوں کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ جس شخص نے خدا واسطے دیا اور خدا واسطے کسی سے ہاتھ کھینچ لیا اور خدا واسطے کسی سے محبت اور خدا واسطے کسی سے بغض رکھا تو بے شک اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔ واقعی سنیوں کی حدیثیں سب کلام اللہ پر مطابق آتی ہیں۔ پر شیعوں کی حدیثوں کا یہ حال ہے کہ کلام اللہ کچھ کہتا ہے اور ان کی حدیثیں کچھ۔ ایک دو حدیثیں جو بیان کی گئیں ان کا حال ناظرین رسالہ ہذا پر پوشیدہ نہ رہے گا۔ پر یہاں ایک لطیفہ قابل بیان ہے وہ یہ ہے کہ حدیث میں جہاں کہیں حب فی اللہ بغض فی اللہ کا بیان آیا ہے، تو حب فی اللہ کو مقدم کہا ہے اور کلام اللہ میں بغض فی اللہ پر جو لفظ دلالت کرتا ہے یعنی اشداء علی الکفار اسے مقدم بیان کیا۔ حکمت اس میں کیا ہے اس کم فہم کے فہم میں یوں آتا ہے کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ دونوں کمال آثار محبت خداوندی میں سے ہیں۔ یعنی جب کسی کو خداوند کریم سے محبت کمال درجہ کی ہوگی تو وہ محبت چاروں طرف کو پھیلے گی۔ جہاں جہاں خدا کے ساتھ کسی چیز کو کچھ خصوصیت ہوگی، تو اس خصوصیت ہی کے موافق اس چیز سے بھی محبت ہوگی۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنی آدم میں سے خدا کے ساتھ زیادہ علاقہ اور اختصاص ہے تو جس شخص کو خدا کے ساتھ محبت کامل ہوگی اور اس علاقہ کو سن لے گا، تو بے شک اس کو بعد خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے محبت ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس جس کو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا سے زیادہ اختصاص ہوگا تو محب خداوندی کو بھی اس سے اسی قدر محبت ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس مکانات میں مثلاً خانہ کعبہ کو زیادہ تر اختصاص ہے تو محب خداوندی کو بے شک سب مکانات سے زیادہ خانہ کعبہ سے محبت ہوگی، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا رتبہ ہے۔ اس کے بعد بیت المقدس کا، تو اس شخص کو بھی علیٰ حسب المراتب محبت ہوگی۔ اسی طرح اعمال اور اخلاق اور عادات میں خیال کرلو۔ القصہ جتنا کسی چیز کو جناب باری سے قرب ہوگا اتنا ہی محبان خداوندی کو اس چیز سے علاقہ (یعنی تعلق) ہوگا۔ مثلاً ظاہر کی محبت میں ظاہر ہے، جب کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے، تو اس کے اقربار اور خیر خواہوں بلکہ کوچہ کے رہنے والوں کے ساتھ بھی محبت ہو جاتی ہے سو جیسے روشندانوں میں گو دھوپ بمقدار روشندان کے آتی ہے۔ ایسے میں محبت بھی بمقدار علاقہ محبوب متعلقان محبوب سے پیدا ہو جاتی ہے، مگر جیسے جو دھوپ باہر ہوتی ہے اس کا ٹکڑا اندر ہوتا ہے اور جو نور خارج از دیوار ہے اس نور کا شعبہ اندر ہے ایسے ہی متعلقوں کی محبت بھی محبوب ہی کی محبت کا شعبہ ہوتا ہے اور اس کا ٹکڑا اس کو سمجھنا چاہیے۔ بخلاف بدخواہان محبوب کی عداوت کے کہ وہ محبوب کی محبت کو لازم ہوتی ہے۔ اس کا ٹکڑا اور اس کا شعبہ نہیں ہوتا، یعنی جو لوگ کہ محبوب کے بدخواہ ہوتے ہیں۔ ان سے بتقاضائے محبت محبوب عداوت ہونی لازم ہے، مگر یہ عداوت محبوب کی محبت کا ٹکڑا اور اس کا شعبہ بلکہ ہم جنس تک نہیں، ہاں اس کو لازم ہے۔ جیسے دھوپ کو بشرطیکہ دیوار وغیرہ کوئی شی نور کے روکنے والی حائل ہو۔ سایہ لازم ہے، حالانکہ اس کے ہم جنس تک نہیں۔ اس قیاس پہ جو لوگ اعدار خدا ہوں گے۔ محبانِ خداوندی کو ان سے عداوت لازم ہوگی،

لیکن یہ عداوت بہرحال غیر محبت ہے۔ اگرچہ اس کو لازم ہے۔ ہاں اولیائے خدا اور مقربان الٰہی کی محبت درحقیقت میں خدا ہی کی محبت کا ٹکڑا ہے۔ کوئی غیر شی نہیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں حُب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی مدح اور ثنا بیان فرمائی، وہاں تو مقدم کو مقدم رکھا اور مؤخر کو مؤخر اور خداوند کریم حب فی اللہ اور بغض فی اللہ نہیں فرماتے بلکہ ان لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ جن میں یہ وصف پائے جاتے ہیں اور دستور یوں ہے کہ کسی صاحب کمال یا موصوف باوصاف مختلفہ کی اگر تعریف کیا کرتے ہیں تو اس کے کمالات میں سے کمتر کو پہلے لیا کرتے ہیں، بعد میں اس سے زیادہ کو پھر بعد میں اس سے زیادہ کو، تاکہ وصف کی قدر اور عزت ہو، ورنہ اگر ترتیب کو بالعکس کر دیجئے، تو بعد عمدہ اوصاف کے سن لینے کے کمتر اوصاف کی کیا قدر رہ جائے گی جو محل تعریف میں بیان کیا جائے۔

غرض یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اوصاف کی خوبی اور برائی تو اصلی ہے اور اوصاف والوں کی بھلائی

برائی اوصاف کے سبب سے ہے۔ درصورتیکہ اوصاف کی بھلائی برائی بیان کی جائے تو اول کو اول بیان کیا جائے اور دوم کو دوم اور درصورتیکہ اوصاف والے کی بھلائی برائی مدِ نظر ہو اور اس شخص کے اوصاف بترتیب ذکر کیے جایئں تو ترتیب مذکور کو منعکس کر دینا چاہیے۔ ہاں جہاں دو چیز کا فرقِ مراتب باعتبار مجموعہ اوصاف کے دریافت کیا جائے، یعنی کس میں زیادہ اوصاف ہیں اور کس میں کم اور کس میں عمدہ ترہیں اور کس میں نہیں، تو یہ حقیقت میں اوصاف ہی کی تعریف ہے۔ اس لیے ان کی ترتیب وہی ہوگی جو اوصاف کی ترتیب ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول ذکر کیا بعد میں صحابہ کا مذکور شروع کیا۔ القصہ صحابہ کی تعریف میں ادنیٰ وصف جو بیان کیا گیا ہے تو اشداء علی الکفار ہے۔ یعنی وہ کافروں پر بڑے ہی تند و تیز ہیں اور چونکہ محبت کرنی آسان ہے کیونکہ طبعی بات انسان کی یہ ہے کہ جب کوئی اس سے محبت کرے۔ تو یہ بھی اس کی طرف مائل ہو تو اس صورت میں خدا واسطے کی محبت سے ایمان خوب نہیں پرکھا جاتا۔ ہاں عداوت کرنی البتہ دشوار ہے کہ عداوت کے ثمرہ میں دوسرا بھی عداوت ہی سے پیش آئے گا۔ محبت تو کرلی ہے۔ تو کسی کو خدا واسطے کسی کو بغض ہو تو یہ نشان کمال ہی سمجھا جائے گا۔ خاص کر خدا واسطے کی عداوت بھی اقرباء سے کہ یہ دشوار در دشوار ہے۔ سو درصورتیکہ مطلق عداوت نشان کمال ہو تو اقرباء کی عداوت تو نشان اکملیت سمجھنا چاہیے۔ اور ہم جو قرینہ مقام کو لحاظ کرتے ہیں تو محل اقرباء ہی کی عداوت کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماسبق کی آیت لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہ رسولَهُ الرویا بالحق (تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو خواب سچا کر دکھلایا) صحابہ کرام کی تسلی اور تسکین خاطر کے لیے نازل ہوئی ہے سو جس غم کے سبب تسلی کی جاتی ہے۔ وہ غم یہی تھا کہ غزوۂ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ معظمہ سے صلح کر کے مراجعت فرمائی اور صحابہ کی آرزوئیں خاص کر مہاجرین کی جو درباب جہاد کفار سینوں میں لبریز تھیں۔ دلوں کی دلوں میں رہ گئیں اور جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابتدا میں اس سفر کے خواب دیکھا تھا کہ ہم جمیع جماعت امن چین سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور اس خواب کے باعث بایں خیال کہ اسی سال میں ہم مکہ میں داخل ہوں گے صحابہ کے دل میں یہ سرور بھرے ہوئے تھے کہ کچھ کہا ہی نہیں جاتا۔ وہ سب کا حسرت و غم سے بدل گیا۔ اس وقت صحابہ کا یہ حال تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہ ہوتی تو آبِ تیغ صحابہ کفار مکہ کو غرقاب فنا کر دیتی۔ پاس قرابت کس کا اور شفقت نسبی کجا۔ وہی مہاجرین جو مکہ والوں میں سے کس کے بھائی کس کے بھتیجے تھے۔ فقط جوش محبت خدا وندی اور نیاز مندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہی اپنے اقرباء کے خون کے پیاسے نظر آتے تھے اور آیت ماسبق اور آیت محمد رسول اللہ سب باہم چسپیدگی میں دست و گریبان

ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو یوں تو ہر کافر دشمن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غیض وغضب آتا تھا لیکن اس آیت میں زیادہ تر اُس غیظ وغضب کی طرف اشارہ ہے جو ان کو کفار مکہ پر اس قصہ میں پیش آیا۔ سو ان میں سے مہاجرین انہیں کفار کے اقرباء میں سے تھے تو ان کے حق میں لفظ اشداء علی الکفار نشان اکملیت ایمان کا سمجھنا چاہیے اور در صورتیکہ ادنیٰ وصف ان کا اس بات پر گواہی دیتا ہے کہ ان کا ایمان کامل تو کیا اکمل ہے تو اعلیٰ اوصاف تو اعلیٰ ہیں اور جونکہ مومنان کامل الایمان گنے چنے ہوئے ہوتے ہیں ۔کچھ ایسی سہل بات نہیں کہ ذخل در معقولات کی طرح ہر کوئی کمال ایمان حاصل کرلے۔ مع ہذا قرینہ اس بات کا کہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس امت میں اول نمبر ہے اور صحابہ کا دوم تو ہم بالیقین سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام اول قسم کے مخلصین میں سے تھے کہ شیطان بھی ان کے اغواء سے کانوں پر ہاتھ دھرتا تھا بلکہ باین نظر کہ شیطان راس و رئیس کفار ہے اور صحابہ اشداء الکفار میں تو شیطان پر اور بھی اشد ہوں گے علی ہذا القیاس نفس اعدائے دین میں سے بلکہ سب سے بڑھ کر شیطان بھی اس کے سہارا اپنا کام کرتا ہے ۔ وہ اگر نہ مانے تو شیطان کیا کرے ۔ بہرحال نفس و شیطان سے ان کی عداوت اور بھی زیادہ ہوگی اور ان دونوں پر وہ اور بھی اشد ہوں گے ۔کیونکہ بغض فی اللہ یعنی خدا کے دشمنوں سے عداوت بقدر دشمنی ہوتی ہے ۔جتنی دشمنوں کی دشمنی زیادہ اتنا ہی بغض فی اللہ زیادہ ۔سو اور مخلصین پر شیطان کا فقط بس نہ چلتا تھا ۔مگر کچھ اندیشہ بھی نہ تھا صحابہ سے اس کی کو رہی دبتی تھی ۔عجب نہیں کہ ان سے بھاگتا پھرتا ہو۔ سو یہی وجہ ہوگی کہ حضرت عمرؓ کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا تھا ۔کیونکہ وہ سب صحابہ میں کافروں کے باب میں زبر قاتل تھے ۔ان کے حق میں اشد علی الکفار ہونا سب میں زیادہ صادق آتا تھا۔ بھلا شیطان جن سے خود بھاگے انہیں کیا گمراہ کرے گا۔ شیطان کو ایسی جگہ اپنی ہی پڑجاتی ہے اور نفس جن سے دبے وہ کس سے دبیں گے ۔ آدمی اوروں سے جو دبتا ہے تو اس نفس ہی کے لیے دبتا ہے ۔ اس واسطے یہ لازم پڑا کہ ایسے لوگوں کی عبادات میں کچھ فرق نہ پڑے اور ان میں کسی قسم کا ریا وغیرہ کا نہ ہو کیونکہ ان سب بیماریوں کی جڑ یہی دو آسیب تھے ۔جب یہی قابو میں آ گئے پھر کیا کسر باقی رہ گئی ۔ایسے وقت اگر بُرا کام ہوتا ہے تو فقط بہ سبب غلط فہمی کے ہوتا ہے ۔ اس لیے اس میں بھی ثواب ملنا چاہیے ۔مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے جو سر کے بال غصے میں پکڑ کر کھینچے ۔ حالانکہ حضرت ہارون کی کچھ تقصیر نہ تھی ۔ ہرگز عقل سلیم کے نزدیک داخل جرائم نہیں ۔ یہ نہیں کہ اس پر کسی قسم کا مواخذہ ہو، بلکہ امید ثواب ہے کیونکہ باعث اس کا فقط خدا کی محبت اور بغض فی اللہ ہوا ۔ اور جونکہ یہ دونوں اوصاف محمودہ میں سے ہیں بلکہ اعلیٰ اقسام میں سے ۔ ادھر اعمال کا مدار نیت پر ہے فقط صورت پر نہیں ، ورنہ سب کی نمازوں کا برابر ہی ثواب

ملتا، تو ہم کو یقین کامل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس پر ثواب ملے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ بعد اطلاع غلطی کی بوجہ غلطی ندامت ہونی ضرور ہے سو اس ندامت سے یہ نہیں لازم کہ وہ کام ایسا بُرا ہو کہ ان پر ان کو عذاب ہو۔ بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ کام گو حقیقت میں بُرا ہوتا ہے، بر نیت کے غلبہ سے اچھا ہو جاتا ہے جیسے دھول دھپہ اصل سے بُرا ہوتا ہے، لیکن یارانِ غمگسار کا دھول دھپہ بھی بسبب اس کے کہ از راہِ محبت ہوتا ہے موجب نشاط خاطر محزون ہوتا ہے۔ الغرض صحابہ کرام کے سامنے نفس و شیطان مغلوب ہوئے تو اس وقت اگر کوئی کار بے موقع ان سے صادر ہوا تو بوجہ غلط فہمی صادر ہوا ہوگا۔

اس صورت میں گو وہ کام بُرا تھا، لیکن چونکہ بُری طرح سے نہیں ہوا۔ اور شیطان و نفس کو جو بُرے کاموں کی اصل اور بنیاد باندھنے والے ہیں۔ اس میں دخل نہیں ملا۔ بلکہ قوتِ ایمانی ہی باعث اس کا ہوئی ہے۔ ثواب بوجہ غلبہ نیت اور قوت ایمانی ان کاموں کی برائی ایسی مغلوب ہوگئی ہے جیسے ماشہ دو ماشہ برابر میٹھے یا نمک کا اثر کنوئیں یا دریا میں۔ سو جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون پر غصہ ہونے اور ان کے بال پکڑ کر کھینچنے کا باعث فقط بغض فی اللہ تھا۔ ایسے ہی مشاجرات صحابہ بھی بغض فی اللہ پر مبنی ہوں۔ لیکن جیسے حضرت موسیٰ سے یہ غلطی ہوئی کہ اس بغض فی اللہ کو بے موقع صرف کر دیا۔ ایسے ہی صحابہ سے بھی یہ غلطی ہوئی ہو کہ جوش بغض فی اللہ میں مثلاً چوک گئے اور بگاڑ بیٹھے اور حقیقت الامر کو نہ سمجھے، تو اس صورت میں ان پر مواخذہ نہ ہوگا، بلکہ ماجور ہوں گے۔ ہاں اگر بغض فی اللہ یا کوئی اور صفت محمود باعث اس فعل کا نہیں ہوا، بلکہ کوئی ایسا امر ہے کہ اس پر ثواب نہیں ہو سکتا۔ فقط اس قسم کے افعال مباح ہوتے ہیں، تو البتہ ثواب تو مترتب نہ ہوگا، لیکن بسبب غلط فہمی کے ماخوذ نہ ہوں گے اور احتمال یہ بھی ہے کہ گاہ و بیگاہ اقل قلیل بمقتضائے بشریت کوئی حرکت ناسزا صادر ہوا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر چند شیطان کو مخلصین پر قابو نہیں رہتا اور نفس بھی مغلوب اور مقہور ہو کہ ان کا اس طرح مطیع فرمان ہو لیتا ہے جیسے ہاتھی باوجود اس عداوت کے کہ اس کی آدمیوں سے ہے مغلوب اور مقہور ہو کہ آدمیوں کی ہر طرح سے اطاعت کرتا ہے، لیکن جیسے ہاتھی پھر ہاتھی ہے۔ آدمیوں کے غلبہ سے آدمی نہیں بن گیا۔ کبھی نہ کبھی اپنی عادات اصلی پر آجاتا ہے۔ ایسے ہی نفس گو غلبہ ایمان اور صولت محبت الٰہی کے باعث مقہور و مغلوب ہو گیا ہے، لیکن پھر نفس ہے وہ طبع زاد برائی اور گناہوں کی رغبت کہاں جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ الخ (ہدیۃ الشیعۃ طبع قدیم صہ ۶۱ تا ۶۵) وطبع جدید صہ ۸۱ تا صہ ۸۸) (جاری ہے)

آیاتِ قرآنی

معبُودِ برحق کی صفاتِ مقدّسہ

وکیلِ صحابہؓ پیرِ طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت مدنی قدس سرہٗ

خالقِ کائنات صرف ایک اللہ جل شانہ ہے۔ جس کی قدرت اور حکمت کے مظاہر ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں جن کے مشاہدہ سے ہر اہلِ عقل و فہم انسان یہ یقین کر لیتا ہے کہ اس نظامِ کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ضرور ہے اور وہ علم والا بھی ہے اور قدرت والا ہے لیکن عقلِ انسانی یہ معلوم نہیں کر سکتی کہ اس نے انسان کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ انسان اپنے رب کے ساتھ کس طرح اپنا تعلق جوڑ سکتا ہے۔ ربّ العالمین کن کن مخصوص صفات سے متصف ہے۔ اپنے بندوں سے وہ کیا چاہتا ہے، اس کے احکام کیا ہیں۔ کس عمل سے راضی ہے اور کس سے ناراض ہے۔ انسان اپنی انسانیت کی تکمیل کس طرح کر سکتا ہے، اس کی نجات و فلاح کا راستہ کیا ہے۔ خالق کی عبادت و اطاعت کس طریقہ سے کی جا سکتی ہے۔ ان امور کے لیے خود ہی خالق نے انسان کی تربیت و تکمیل کا انتظام کیا ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے اپنی قدرت و حکمت سے نبوّت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انسانوں میں ہی سے نبی و رسول پیدا کیے، ان پر وحی نازل فرمائی۔ ان کو نجات و فلاح کے راستے بتائے۔ دوسرے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے ان کو مامور فرمایا۔ بذریعہ وحی ان کو اپنی صفاتِ کمالیہ کا علم عطا فرمایا۔ اپنی عبادت و اطاعت کے طریقے بتائے۔

سلسلہ نبوّت و رسالت کی ابتدا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے کی گئی اور اس کی انتہا خاتم النبیّین حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہوئی۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حق تعالیٰ نے نبوّت و رسالت کے تمام کمالات عطا فرمائے۔ آپ کو اپنی قدرت و حکمت کا مظہرِ اتم فرمایا۔ آپ کو دینِ اسلام کامل و مکمّل صورت میں عطا فرمایا۔ قیامت تک کے جن و انس کی ہدایت و اصلاح کے لیے آپ پر قرآنِ حکیم جیسی کتاب نازل فرمائی۔ قرآنِ حکیم میں اس معبودِ برحق نے اپنی مخصوص صفاتِ کاملہ بیان فرمائیں تاکہ اس کے بندے

بن دیکھے اپنے رب کی پوری پوری معرفت حاصل کرلیں اور اس کی رضا کے حصول کے لیے اس فانی حیات میں کوشش کریں۔ ذیل میں قرآنِ مجید کی سورۃ الحشر کی آخری آیات مع ترجمہ درج کی جارہی ہیں۔ جن میں خالقِ کائنات نے اپنی صفاتِ قدسیہ سے اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے۔ قرآنِ مقدس حق تعالیٰ کی ایسی کتاب ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ذٰلِكَ الكتاب لاریب فیہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورۃ الحشر) ترجمہ: وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود (بننے کے لائق) نہیں۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا، وہی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے (اور چونکہ توحید مہتم بالشان چیز ہے، اس لیے اس کی تاکید کے لیے مکرر فرمایا کہ) وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود (بننے کے لائق) نہیں۔ وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے۔ سالم ہے (یعنی نہ ماضی میں اس میں کوئی عیب ہے جو حاصل ہے قدوسی کا اور نہ آئندہ اس کا احتمال ہے جو حاصل ہے سَلَامٌ کا (کذا فی الکبیر) اپنے بندوں کو (خوف کی چیزوں سے) امن دینے والا ہے (اپنے بندوں کو خوف کی چیزوں سے) نگہبانی کرنے والا ہے (یعنی آفت بھی نہیں آنے دیتا اور آئی ہوئی کو بھی دُور کر دیتا ہے) زبردست ہے خرابی کا درست کرنے والا ہے۔ بڑی عظمت والا ہے اللہ تعالیٰ (جس کی شان یہ ہے کہ) لوگوں سے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود (برحق) ہے۔ پیدا کرنے والا ہے ٹھیک ٹھاک بنانے والا ہے (یعنی ہر چیز کو حکمت کے موافق بناتا ہے) صورت (شکل) بنانے والا ہے۔ اس کے اچھے اچھے نام ہیں (جو اچھی اچھی صفتوں پر دلالت کرتے ہیں) سب چیزیں اس کی تسبیح (...) کرتی ہیں (حالاً یا قالاً) جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہیں۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

(پس ایسے باعظمت کے احکام کی بجاآوری ضرور اور نہایت ضرور ہے (تفسیر بیان القرآن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

خادمِ اہلِ سنّت مظہر حسین غفرلہٗ

فضائلِ اصحابِ ثلاثہؓ کا ثبوت قرآنِ کریم سے

حضرت مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر رحمۃ اللہ علیہ، مصنف آفتاب ہدایت

یوں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار (جن میں سے اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ، کا نمبر اول ہے سے بھرا ہوا ہے اور اصحاب کبار کے فضائل و مناقب کا ایسی صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر ہم اس موقع پر ایسی آیات پیش کریں گے جن سے اصحابِ ثلاثہ کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں:۔ (۱) والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اولٰئك ھم المومنین حقاً ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ

(پارہ ۱۰۔ سورۃ انفال رکوع ۵)

(ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں۔ ان کے لیے غفران اور اعلیٰ نصیب (بہشت) ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلثہ کے ایمان حقیقی اور ان کے بخشا جانے اور جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اصحاب ثلثہ بے شک وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے پورے طور پر مصداق ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ کفار سے جہاد کیے۔ پھر اولین مہاجر ہونے کے باعث پچھلے مہاجروں کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف جمیلہ کے باعث ان کے کمال ایمان، مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو ان کو منافق و کافر کہتے ہیں وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ آیت میں اُولٰئِكَ ھم المومنون کے بعد حَقّاً کی تاکید اور اس کے بعد لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ کا جملہ واقعی خلفائے ثلاثہ کے حقیقی کامل و مکمل ایمان کی زبردست ایسی شہادت ہے۔ اگر کسی بدنصیب کے دل میں ختم اللہ کا قفل نہ لگ گیا ہو، تو پھر ایسی زبردست رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفائے ثلثہ کے ایمان اور ان کے فضائل میں کچھ شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جائے۔

(۲) وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً ط وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، ان کے

مظلوم ہونے کے بعد ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے"۔
باری تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین کاملین کی شناخت کا جنہوں نے محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی اور اتباع رسول میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک عمدہ نشان بتلا دیا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی اس قابل قدر سچی جانفشانی اور مخلصانہ خدمت کا معاوضہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہوگا۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً۔ یعنی دنیا میں ان کو مسند جلیل خلافت عطا ہوگی اور قیامت میں تو ان کا رتبہ بہشت بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ اب ہم اس بیّن نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا اعتبار کر سکتے ہیں کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشگوئی اور وعدہ الٰہی پورا ہوا وہ خاص مقبول درگاہ ایزدی ہے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے کہ یہ پیشگوئی اصحاب ثلثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ یہ ماننا پڑے گا پوری ہوئی اور بڑی صفائی سے۔ اس سے بہتر دنیا میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے کہ اصحاب ثلثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مقرب خاص اور حضوری رہے اور آپ کے ارتحال کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک مسند پر جاگزیں ہوئے۔ خلافت رسول کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب نے ان کو سچا خلیفہ مان کر اطاعت کی اور بڑی عزت سے احکام خداوندی کو نافذ کرتے رہے۔ تمام اعدائے دین و مخالفین اسلام کو نیست و نابود کر کے کافۃ الانام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت کے مالک ہو گئے اور تمام کبرائے زمانہ کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ جس قدر فتوحات ملکی ان کو نصیب ہوئیں، ان کی شہادت اب تک تاریخ عالم میں موجود ہے۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ کا وعدۂ الٰہی تو پورا ہو گیا وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ کا وعدہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ آخرت میں پورا ہوگا۔ کیونکہ خدا کے پاک اور حتمی وعدوں میں کوئی تخلف نہیں ہے۔ شیعہ بتلائیں کہ کیا خدا کے اعزازی وعدے منافقین اور مشکوک الایمان لوگوں کے حق میں پورے ہوا کرتے ہیں۔ یا اس کے سچے اور مخلصین عباد صالحوں میں ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انصاف۔ انصاف۔

(۳) الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۔ پ ۱۷۔ سورہ الحج رکوع ۱۶

(ترجمہ) جو لوگ اپنے دیار سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے ہمارا رب ایک خدا ہے)

اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے کہ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ کے مصداق وہی لوگ ہیں جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اصحاب ثلثہ کسی سرقہ یا ڈکیتی کے جرم پر اپنے وطن سے نکال دیے گئے تھے یا کسی اور بات پر اپنے دیار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، ہرگز نہیں۔ صرف اس دعویٰ رَبُّنَا اللَّهُ کے بدلے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گزرتا تھا گھروں سے بغیر کسی حق کے نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتدا میں درج ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ یعنی خدائے قدیر ان کا معاون و مددگار ہے دیکھو یہ خدا کا وعدہ کیسا پورا ہوا۔ آخر کار یہی منصور جماعت غالب رہی۔ اس آیت سے آگے انہیں لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَ

اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (ترجمہ) یہ ایسا مخلص گروہ ہے کہ ان کو زمین پر تمکین (اقتدار) حاصل ہو جائے تو پھر بھی نمازیں پڑھتے۔ زکوٰۃ دیتے۔ بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں) دیکھو یہ شان ان نفوس قدسیہ میں ایسا چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ مَکَنّا کا مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر فائز ہو کر بھی یقیموا الصلوٰۃ ویوتون الزکوۃ کے مصداق بنے رہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے۔ افسوس شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بدگمانی کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے نشان بتلا کر ان کی فضیلت کا ثبوت دے رہا ہے"۔

(۴) لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يبتغون فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رضوانا وَّ ينصرون اللّٰه وَرَسُوْلَهٗ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (پارہ ۲۸۔ سورہ حشر۔ رکوع ۴)

(ترجمہ) واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار واملاک سے نکالے گئے۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی نصرت کرتے ہیں۔ وہی لوگ سچے ہیں) اس آیت میں خداوند تعالیٰ کے ان فقراء مہاجرین کو صادق و مصدوق ٹھہرایا ہے جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے فضل اور اس کی رضا کی طلب میں جلاوطن ہو گئے اور ینصرون اللہ و رسولہ کے مصداق ہوئے۔ شیعہ بتائیں کہ اصحاب ثلثہ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں کیا وہ اپنی بستیاں اور اپنے مال و املاک چھوڑ کر تہی دست ہو کر صرف خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مدینہ میں نہیں جا بسے تھے۔ کیا رسول پاک کی نصرت و امداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا۔ اگر جواب اثبات میں ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کو صادقین کا مبارک لقب عطا فرماتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ صادقین کا تمغہ منافقین کو بھی مل سکتا ہے؟ اللہ اللہ خدا کا یہ عطیہ (صادق و صدیق) کا مبارک لفظ زبان زد خاص و عام سن کر رافضی بے چارے جل بھن جاتے ہیں اور جلے دل سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ ابوبکر کو صدیق کا لقب کوئی خدا و رسول کی طرف سے تو نہیں ملا۔ بھائیو۔ ذرا آنکھیں کھولو اور غور کریں اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ کہنے والا کون ہے۔ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس فقرہ پاک کے اثر سے ابوبکرؓ کی نسبت وصف صدق میں مبالغہ کا صیغہ (صدیق) شہرت پذیر ہوا۔ خدائے کریم کے عطیہ لقب صادقین کے خطاب مشیرہ سے ہر ایک شخص نے اپنے اپنے نصیب اور رتبہ کے مطابق حصّہ لینا تھا اور جیسا کہ ہجرت کرنے والوں میں سے ابوبکر رسول پاک کی نصرت میں سب سے اول نمبر رہے۔ آپ کی خدمت اور حفاظت کا حق غار ثور جیسے ہولناک مکاں میں پورے طور پر ادا کیا۔ تین روز انوار و برکات کا جنہوں نے تمام دنیا کو منور و مستفیض کرنا تھا تنہائی میں فیضان حاصل کیا۔ پھر آپ کے ہمرکاب مدینہ میں شدائد سفر برداشت کر کے پہنچے۔ ویسا ہی یہ لقب جو کہ پیشگاہ حضور رب العلمین سے اس خدمت کے صلہ میں جملہ خدام کو بالعموم عطا ہوا تھا۔ ابوبکرؓ کو بلحاظ ان کی خدمات کے بالخصوص مبالغہ کے صیغہ میں تعریف میں عطا ہونا چاہیے تھا جو ہوا۔ اب لامحالہ یہ صدیقؓ لقب خلیفہ اوّل کے لیے عطیہ ایزدی ماننا پڑے گا"۔ (جاری ہے)

نجاتِ آخرت اور اتّباعِ صحابہؓ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب بنام مرزا فتح اللہ صاحب حکیم میں ارشاد فرمایا:۔ حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ اور طریقہ پر قائم رکھے۔ کار این ست غیر این ہمہ ہیچ (اصلی کام یہی ہے۔ باقی سب کام ہیچ ہیں)۔

تہتّر فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباع شریعت کا مدعی اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون (ہر گروہ اپنے مشرب و طریقہ پر خوش ہے) سب کا نقص وقت ہے۔ لیکن جو دلیل پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کی تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے:۔ الذین ھم علی ما انا علیہ واصحابی یعنی فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ (گروہ) جو نجات پائے گا وہ ہے جو اس فرقے پر قائم ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ) اس مقام پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود صحابہ کرام کا ذکر ممکن ہے یہ ظاہر کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے اور نجات کا طریقہ صرف ان کی اتباع کے طریقہ سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ:۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت خدا تعالیٰ کی اطاعت کی (پ ۵ سورۃ النساء) پس رسول کی اطاعت عین خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے خلاف چلنا عین خدا تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی ہے۔ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف اور الگ کوئی چیز تصوّر کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حال کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے اور ان پر حکم کفر لگاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

یریدون ان یفرقون بین اللہ وَ رُسُلِہٖ ویقولون نُؤمِنُ بِبَعْضٍ ونکفر بِبَعْضٍ ویریدون اَنْ یتخذوا بین ذلک سبیلاً۔ اُولٰئِکَ ھم الکافرون حَقّاً:۔ بے ایمان لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں

کہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کریں۔ ایسے ہی لوگ درحقیقت پکّے کافر ہیں۔

پس ہمارے زیر بحث مسئلے میں گذشتہ بیان سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے کی پیروی کی مخالفت کرتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع اور پیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل دعویٰ ہے۔ بلکہ ایسی اتباع درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عین معصیت اور نافرمانی ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام سے مخالف طریقہ اختیار کرکے نجات کی مجال دگنجائش اور نجات کا امکان کہاں ہے۔ یحسبون انھم علی شیی۔ الا انھم ھم الکاذبون (ان گمراہوں کا گمان ہے کہ وہ بھی کسی (صحیح) یعنی (مسلک پر ہیں۔ سن لو بے شک یہی لوگ جھوٹے ہیں) اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کا پابند صرف اہل سنت وجماعت کا گروہ ہے۔ شکر اللہ سعیہم (اللہ تعالیٰ انکی کوشش قبول فرمائیں) لہٰذا نجات پانے والا بھی یہی فرقہ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن وتشنیع کرنے والے فرقے صحابہ کرام کی اتباع سے محروم ہیں ـــــــ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں عیب نکالنا درحقیقت پیغمبر خدا جلّ وَ علا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے۔ ما امن برسولِ مَن لَّم یوقر اصحابہ (اس شخص کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کوئی ایمان نہیں جو صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر کا منکر ہے) کیونکہ صحابہ کرام میں خبث وخرابی کا پایا جانا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں خبث وخرابی ہونے کا باعث ہے۔ نعوذ باللہ سبحانہ من ھذا الاعتقاد السُوء (ہم اپنے بُرے اعتقاد سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں) نیز قرآن واحادیث کے احکام شرعیہ میں ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل وروایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے، تو ان کی نقل وروایت بھی مطعون متصور ہوگی اور احکام شرعیہ کی نقل وروایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام صحابہ کرام عدالت۔ صدق اور تبلیغ دین میں برابر ہیں۔ پس کسی ایک صحابی میں طعن وعیب دین میں طعن وعیب تسلیم کرنے کو مُستلزم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اگر صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والے لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کی متابعت کرتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام کی متابعت و پیروی کریں، بلکہ سب کی متابعت ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں صحابہ کرام کی آپس میں آراء مختلف اور متناقض ہیں اور الگ مشرب رکھتے ہیں۔

اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت سودمند ہوسکتی ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ بعض دوسرے صحابہ کرام کا انکار نہ ہو۔ بعض کے انکار کی صورت میں بعض دوسروں کی متابعت کا وجود متصور نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ حضرت امیر علی کرّم اللہ وجہہٗ نے خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتوقیر کی ہے اور انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا بننے کا اہل تصور کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ پس خلفائے ثلثہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ) کے انکار کے ساتھ حضرت امیر کرّم اللہ وجہہٗ کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے، بلکہ خلفائے ثلاثہؓ کا یہ انکار

حقیقت میں حضرت امیرؓ کا انکار ہے اور حضرت امیرؓ کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا بھی کم عقلی کے باعث ہے۔ عقل صحیح اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال معرفت و شجاعت کے باوجود تیس سال تک خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بغض اپنے سینے میں چھپائے رکھا اور اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر کرتے رہے اور اتنا عرصہ نفاق کے ساتھ ان کی صحبت و مجلس قائم رکھی۔ اہلِ اسلام میں سے ادنیٰ مسلمان سے بھی ایسا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بدی اور شناعت کا تصور کرنا چاہیے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ایسی بے بسی۔ ایسے فریب اور ایسے نفاق سے موصوف تھے اور اگر بفرضِ محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر تقیہ کے تحت از روئے نفاق کرتے تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اول سے آخر تک تعظیم و توقیر کرتے تھے اور انہیں بزرگ جانتے تھے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟ آپ کی ذات کی طرف تو تقیہ کی نسبت نہیں ہو سکتی، کیونکہ حق کی تبلیغ و اشاعت پیغمبر پر واجب و ضروری ہوتی ہے۔ آپ کے لیے تقیہ جائز جاننا زندقہ اور بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (سورۃ المائدہ) :- اے رسول، جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا، کفار کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی میں سے جو اس کے موافق ہوتا ہے اسے ظاہر کرتا ہے اور جو اس کے موافق نہیں ہوتا اسے ظاہر نہیں کرتا، بلکہ اسے چھپائے رکھتا ہے اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نبی کا خطا پر قائم رہنا ناجائز اور ناممکن ہے، ورنہ اس کی شریعت میں خلل اور نقص لازم آئے گا، تو جب خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا خطا سے محفوظ اور زوال سے مامون ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کی طرف رُخ کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کے جواب کو مزید منقح اور صاف کرتے ہیں کہ اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا ہے اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے، سب کی متابعت سے محروم ہے۔ بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق ہیں۔ لیکن ان اکابرِ دین کے انکار کی نحوست انسان کو اختلاف میں مبتلا کر دیتی ہے اور اتفاق سے دور پھینک دیتی ہے۔ لیکن قائل کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز شریعت حقہ کے مبلّغ تمام صحابہ کرام میں جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں، ہر ایک کی نقل و روایت کے ذریعے شریعت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے۔ اسی طرح ہر ایک سے قرآن مجید کی ایک ایک

یا زیادہ آیات جمع کی گئی ہیں تو صحابہ کرام کے انکار سے اُن سے نقل شدہ ایک آیت یا آیات کا انکار ہے۔ لہٰذا منکر کے لیے پوری شریعت پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے، تو نجات اور فلاح کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔
افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزآء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یردون الیٰ اشد العذاب ہ (تو کیا تم لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو، تو تم میں سے ایسا کرنے والے کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسے دنیا کی زندگی میں بھی ذلت پہنچے اور آخرت میں ایسے لوگ سخت عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے) ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے، بلکہ فی الحقیقت قرآن کے جامع حضرت صدیق وحضرت فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ نے کوئی اور قرآن جمع کیا ہوگا، تو سوچنا چاہیے کہ ان اکابر کا انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہ
دوسری بات یہ ہے کہ کوئی عقل مند انسان اس بات کو ہرگز جائز قرار نہیں دے سکتا کہ حضور علیہ الصلوات والتسلیمات کی رحلت کے روز تمام صحابہ کرام ایک امر باطل پر جمع تھے اور یہ ثابت شدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحلت کے وقت تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ شریف میں حاضر اور موجود تھے اور سب نے خوشی و رغبت سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔
ان تمام صحابہ کرام کا گمراہی و ضلالت یعنی بیعت صدیق پر جمع ہونا محالات میں سے ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے :۔ لَا تجتمع اُمّتِیْ علی الضلالۃ (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی) اور ابتداءمیں اور وہ اختلافات جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام میں واقع ہوئے۔ ہرگز خواہش نفس کے تحت نہیں تھے، کیونکہ ان بزرگوں کے نفوس تزکیہ حاصل کر چکے تھے اور امارگی سے نکل کر اطمینان کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں، بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور حق کی سربلندی پر مبنی تھا۔ لہٰذا جو خطا پر تھے ان کے لیے ایک درجہ ثواب ہے اور جو حق پر تھے انہیں دو درجہ ثواب حاصل ہوگا۔ اس لیے زبان کو ان کی شان کے خلاف کچھ کہنے سے روکنا چاہیے اور سب کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :۔ یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں اپنی زبانیں بھی ان سے پاک رکھنی چاہئیں۔ امام شافعیؒ ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ـــ لوگ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور اور پریشان ہو گئے تو اس آسمان کے نیچے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کوئی شخص نہ ملا، تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی ان کو بنا دیا"۔ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس امر کی تصریح ہے کہ وہاں کوئی تقیہ نہ تھا اور حضرت امیر (علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیقؓ کی بیعت پر راضی اور خوش تھے"۔ (اردو ترجمہ مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر ۸۰)

منقبت خلفائے راشدینؓ

از علامہ انور صابری مرحوم دیوبند

انسان کی زندگی کے عناصر بھی چار ہیں
اطرافِ کائنات کے مظاہر بھی چار ہیں

بعد نبیؐ خلافتِ دنیا و دیں پہ دال
بنیادِ اولیں کے اکابر بھی چار ہیں

بندہ کے حرف ہیں چار، مولیٰ کے حرف چار
دنیا کے حرف چار ہیں عقبیٰ کے حرف چار

احمدؐ کے حرف چار ہیں یوسفؑ کے حرف چار
موسیٰؑ کے حرف چار ہیں عیسیٰؑ کے حرف چار

مسجد کے حرف چار ہیں، سجدہ کے حرف چار
سائل کے حرف چار ہیں محسن کے حرف چار

کعبہ کے حرف چار ہیں، مؤذن کے حرف چار
حرفِ امام چار ہیں مومن کے حرف چار

حرفِ جلال چار ہیں حرفِ جمال چار
حرفِ فراق چار ہیں حرفِ وصال چار

اس راز کو زبانِ محبت سے پوچھئے
عاشق کے حرف چار ہیں حرفِ بلالؓ چار

کوثر کے حرف چار ہیں حرفِ تسنیم چار
ہیں چار حرف آمنہ حرفِ یتیم چار

خالق کے حرف چار ہیں رازق کے حرف چار
منعم کے حرف چار ہیں، حرفِ نعیم چار

اللہ کے حرف چار ہیں، حرفِ رسول چار
حرفِ حسینؓ چار ہیں حرف بتولؓ چار

مسلم کے حرف چار ہیں حرفِ قرآن چار
ہیں اس لیے نبیؐ کے خلیفہ قبول چار

المرسل خادم اہلسنّت عبدالرحیم چار یاری، فیصل آباد

حمد

خدایا مَیں تجھے اپنا خدا تسلیم کرتا ہوں
تہِ دل سے تجھے سب سے بڑا تسلیم کرتا ہوں
ترا ہی نام آتا ہے مرے ہونٹوں پہ رہ رہ کر
تجھے ہی لائقِ حمد و ثنا تسلیم کرتا ہوں
تری عظمت کے آگے خوف سے اونچے پہاڑوں کو
مَیں رائی کی طرح سہما ہُوا تسلیم کرتا ہوں
الٰہ العٰلمین کوئی نہیں تیرے سوا ہرگز
تجھے معبودِ برحق ہر ملا تسلیم کرتا ہوں
تجھی سے مانگتا ہوں مَیں مدد ہر ایک مشکل میں
تجھی کو مَیں فقط مشکل کشا تسلیم کرتا ہوں
ترے ہی پاس لوٹ کر جانا ہے بالآخر
تجھی کو مالکِ روزِ جزا تسلیم کرتا ہوں

○

تجھ سے بہتر کون ہوگا تیرے جیسا کون ہے
سارے اچھوں سے تو اچھا تجھ سے اچھا کون ہے
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد کے گونجتے کردار میں
سب وجودوں کی نفی پر مُسکراتا کون ہے
لَمْ يَلِدْ پر ہی وَلَمْ يُولَدْ کا پرچم گاڑ کر
مسندِ بے مثل پر چپ چاپ بیٹھا کون ہے
کس کی جرأت ہے کہ ڈالے تیری یکتائی پہ ہاتھ
تو صَمَد ہے تیرے آگے سر اٹھاتا کون ہے
کس کی خوشبو سے مہک اٹھا گلستانِ وجود
قطرہ قطرہ جسم و جاں میں آ کے اُترا کون ہے
کس کو ہے تیرے سوا ہر ایک سائل کا خیال
ہر وقت ہر جگہ ہر آواز سُنتا کون ہے
اُونگھ بھی آتی نہیں جس کے شبستاں کے قریب
اس قدر بے مثل و بے ہمتا و یکتا کون ہے
کون ہے جو میری شہ رگ سے بھی ہے میرے قریب
میری ہر سوچ کی سرحد سے اونچا کون ہے
کون ہے جس کو نہ ہو خدشہ کبھی نقصان کا
جس کی ہر تدبیر ہے بے عیب ایسا کون ہے
سب وجودوں میں سما کر جو ہے انجمؔ بے وجود
سامنے ہوتے ہوئے بھی سب سے اخفیٰ کون ہے۔

انجم نیازی

نہیں تیرے سوا دنیا میں رب العالمیں کوئی
تیرے جیسا نہیں کونین میں مسند نشیں کوئی

فنِ تخلیق میں تیرا نہیں ثانی زمانے میں
بنا سکتا نہیں ایسا فلک ایسی زمیں کوئی

یہ ممکن ہی نہیں ٹھہرا سکے اتنی بلندی پر
تری ذاتِ مقدس کے سوا عرشِ بریں کوئی

بڑا ہو یا بہت چھوٹا پَروں والا کہ بے پَر ہو
تری قدرت سے باہر جا نہیں سکتا کہیں کوئی

بہت سوچا بہت پرکھا ئیں بلآخر یہی سمجھا
ترا ثانی، ترا ہمسر، ترے جیسا نہیں کوئی

کسی انسان کا محتاج وہ رہتا نہیں انجمؔ
جُھکالے جو خدا کے سامنے اپنی جبیں کوئی

◎

پالنے والے ترا ذوقِ بقا رہ جائے گا
ماسوا اس کے جہاں میں اور کیا رہ جائے گا

ختم ہو جائے گی دنیا کی ہر اک شے ایک دِن
صرف تیرا حُسن ٹھاٹھیں مارتا رہ جائے گا

ضبط ہو جائیں گے سارے حرف تیرے حکم سے
عرش پر لکھا ہُوا صَلِّ عَلیٰ رہ جائے گا

ہم سے چِھن جائیگا سب کچھ تیری شفقت کے سوا
ایک تو اور ایک تیرا آسرا رہ جائے گا

بند کر جائے گی آ کر موت سب ہی راستے
ایک راستہ تیری بخشش کا کُھلا رہ جائے گا

ماخوذ از "حرا کی خوشبو" (انجم نیازی)

نعت

بارگاہ سیّد المرسلین خاتم النبییّن صلّی اللہ علیہ وسلم

رسولِؐ اوّل و آخر کے لب اچھے زباں اچھی
دیا اس کو جنم جس نے وہ باپ اچھا وہ ماں اچھی

ہزاروں آسمانوں سے ہے اس کا آسماں بہتر
ہزاروں کہکشاؤں سے ہے اس کی کہکشاں اچھی

جو اس کے کام آجائے وہی مردِ فقیر اچھا
جو قرباں اس پہ ہو جائے وہی ہے صرفِ جاں اچھی

وہی مخلوق میں لاریب یکتا اور لاثانی
اُسی کی ذات رب کے بعد زیرِ آسماں اچھی

اسی کے گھر کی دیواریں مقدّس اور پاکیزہ
اسی کے روضۂ اطہر کی ساری جالیاں اچھی

جسے سچّی محبت ہو رسولِؐ پاک سے انجمؔ
مجھے لگتی ہیں اس مردِ خدا کی مستیاں اچھی

◎

میری آنکھوں میں عقیدت کی خوشی زندہ رہے
سرورِ کونینؐ کا یہ امتی زندہ رہے

نعت گوئی کے لیے جو لفظ کرتا ہے عطا
میرے اندر کا وہ زندہ آدمی زندہ رہے

میری سوچوں میں بسے خوشبو نبیؐ کے نام کی
میری سوچوں میں یہی اِک روشنی زندہ رہے

آپؐ کی شانِ رسالت کے نہیں جو معترف
میری ایسے دشمنوں سے دشمنی زندہ رہے

رونقیں بڑھتی رہیں مکّے مدینے کی مُدام
دونوں شہروں کی ہمیشہ دلکشی زندہ رہے

مَیں تو اک معمولی شاعر ہوں مری اوقات کیا
آپؐ کے صدقے مگر یہ شاعری زندہ رہے

شاعرِ اہلسنّت جناب شیر خاں صاحب انجمؔ نیازی

تفسیرِ آیتِ تمکین

امامِ اہلسنّت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ط وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ن الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ط وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ط

(پارہ ۱۷ سورۃ رکوع ۷)

ترجمہ: لڑنے کی، ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے (یہ علت ہے مشروعیتِ جہاد کی) بلاشبہ اللہ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا ربّ اللہ ہے (یعنی عقیدہ توحید پر کفار پر تمام تر غیظ و غضب تھا) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے (کے ہاتھ سے) زور نہ گھٹواتا رہتا (یعنی اہلِ حق کو اہلِ باطن پر وقتاً فوقتاً غالب نہ کرتا رہتا) تو (اپنے اپنے زمانوں میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے، سب منہدم (اور منہدم) ہو گئے ہوتے (آگے اخلاص فی الجہاد پر غلبہ کی بشارت ہے) اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو کہ اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا (یعنی اس کے لڑنے میں خالص نیت اعلاءِ کلمۃ اللہ کی ہو) بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جس کو چاہے قوت و غلبہ دے سکتا ہے آگے ان کی فضیلت ہے) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں، تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔" (ترجمہ حضرت مولانا تھانوی)

امام اہلِ سنت کی تشریح

امام اہلِ سنت مولانا عبد الشکور حق لکھنویؒ نے مذکورہ آیت تمکین کی تفسیر و تشریح بڑے محققانہ انداز میں مفصل طور پر لکھی ہے، لیکن بوجہ اختصار کے اس کے بعض اہم اقتباسات حسبِ ذیل ہیں:۔ حق تعالیٰ کو اس آیت میں دو باتیں بیان کرنا مقصود ہیں۔ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین یعنی کفار کو ان کی تباہی و ہلاکت کی خبر سنانا۔ دوم آپ کے متبعین خصوصاً آپ کے مہاجرین کو اس ربانی بادشاہت کی خبر دینا جس کی پیشگوئی توراتِ مقدس کے وقت سے تمام آسمانی کتابوں میں برابر ہوتی رہیں۔ ــــــ اجازت جہاد کی سب سے پہلی آیت یہی ہے، اس سے پہلے حکم تھا کہ کفار کے مظالم برداشت کرو اور ان پر ہاتھ نہ چلاؤ ــــــ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا۔ قاعدہ کی بات ہے کہ اپنے محبوب کا ذکر جب آجاتا ہے تو اس کو مختصر کرنا یا بغیر اندرونی جذبات کے اظہار کے اس کو چھوڑ دینا گوارا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جناب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین کا بالخصوص ان کی مظلومیت کا تذکرہ جو آ گیا تو حق تعالیٰ نے ان کے رتبہ عالی کے اظہار کے بغیر ان کا ذکر گوارا نہ کیا۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو محض میرے نام لینے کے جرم میں اپنے گھروں سے نکالے گئے، چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو اس سے زیادہ عزت و رفعت کسی بندے کی کیا ہوگی کہ خود مالک اس کی جانثاری اس کے حسین جذبات کا اس طرح ذکر فرمائے۔ کسی عاشق کسی محب صادق کی اقبال مندی کی انتہائی معراج ہے کہ معشوق و محبوب اس بات کا اعتراف کرے کہ اس شخص پر جو مصیبت آئی وہ میرے لیے آئی۔ محبوب کے اس اعتراف میں کیا لذات محب کو ملتی ہے اس کو اس کا دل ہی جانتا ہے مگر یہ دولت آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت مرزا (جانجاں) صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہزار عمر فدائے دے کہ من از شوق   بخاک وخون تپیم و گوئی از برائے من است

قسمت اور اقبال ہے حضرات صحابہ مہاجرین کا کہ بغیر مانگے یہ دولت ان کو ملتی ہے۔ ان کا محبوب حقیقی جل شانہٗ فرماتا ہے (اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ) یہ مضمون ان حضرات کے لیے قرآن مجید میں جابجا بکثرت وارد ہوا ہے۔ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ۔ یعنی یہ لوگ میری راہ میں ستائے گئے وغیرہ وغیرہ (وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ) اجازت جہاد کا سبب بیان فرمایا جاتا ہے۔ آج کل مسئلہ جہاد پر جو اعتراض ہو رہا ہے۔ اس کا جواب اپنے علم ازلی سے پہلے ہی عطا فرمایا۔ دو سبب اجازت کے بیان فرماتے۔ ایک یہ کہ مہاجرین پر کافروں نے ظلم کیے۔ (بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا) دوم یہ کہ اگر خدا اجازت جہاد کی نہ دے تو کفار کے ظلم و ستم کی کوئی حد نہ رہے۔ نوبت یہاں تک پہنچے کہ تمام مذاہب کے عبادت خانے منہدم کر دیے جائیں اور خدا پرستی کا دروازہ بالکل بند ہو جائے۔ جہاد کی دو صورتیں ہیں۔ دفعاً اور ابتداءً۔ دونوں کی حکمت۔ دونوں کے اسباب کو اس مقام میں بیان فرما دیا۔ جیسا کہ مسائل جہاد کے جاننے والوں سے مخفی ہیں۔ (وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ)

ایک عجیب راز قانونِ قدرت کا بیان فرمایا ہے جس کے جان لینے سے بہت سے نکتے حل ہو جاتے ہیں۔ اوپر جو وعدہ ایمان والوں کی مدد کا فرمایا۔ اب اس وعدہ کی شرط کا بیان ہے کہ خدا کی طرف سے جو مدد اہلِ دین کے لیے نازل ہوتی ہے اس مدد کے ظہور کا آلہ ہر شخص نہیں بن سکتا۔ خدا کے اس وعدہ کے پورے ہونے کا آلہ وہی شخص بنایا جاتا ہے جو دین الٰہی کی خدمت کے لیے دل و جان سے مستعد ہوتا ہے اور اللہ کی نصرت و حمایت کا داعیہ اس کے دل میں موجیں مارتا ہے۔ ایسا ایک شخص بھی ہوتا ہے تو اس کے طفیل میں ساری جماعت خدا کے احکام سے فیض یاب ہوتی ہے (اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ) انہیں اصحاب مہاجرین کی رفعت و عزت کا بیان ایک دوسرے طرز پر فرمایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کی زمین کی حکومت عطا فرمائیں تو بھی یہ ہم کو نہ بھولیں گے۔ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔ غور سے دیکھو تو بہت بڑی صفت بیان فرمائی گئی ہے جس کو کمال پختگی اور سوچ کا اعلیٰ درجہ کہنا چاہیے۔ دولت و ثروت خصوصاً سلطنت و بادشاہت میں ایک عجیب چیز ہے۔ اس نشہ میں مست ہو کر لوگوں نے بڑی بڑی بغاوتیں کی ہیں۔ فرعون کا دعویٰ خدائی اس مستی کا نتیجہ تھا۔ کسی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے ؎

گر بدولت برسی مست نگردی مردی

حق تعالیٰ نے اس آیت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اور تھے جو اس نشہ میں مدہوش ہو گئے۔ ہمارے نبی کے اصحاب مہاجرین ایسے نہیں ہیں۔ فرعون کی سلطنت سے دس گنا بھی ان کو مل جائے تو وہ مدہوش نہ ہوں۔

؎ چڑھائیں خُم کے خُم اور ہوں نہ مدہوش کریں خم خانے خالی اور نہ ہوں جوش

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ کاملہ کی بات ہے کہ جو رنگ اپنے شاگردوں پر چڑھا دیا۔ دنیا کا کوئی تیزاب اس رنگ کو ہلکا بھی نہ کر سکا۔ زائل کر دینا تو کیا معنی۔ خدا کا عشق۔ خدا کی عبادت کی محبت آپ نے اس طرح کوٹ کوٹ کر ان کے سینوں میں بھر دی کہ بڑی بڑی عظیم الشان بادشاہتوں کے مالک بن کر بھی خدا کی عبادت خدا کے ذکر میں ان کی مشغولیت ویسی ہی ویسی رہی جیسی ایک گدائے گوشہ نشین سے توقع کی جا سکتی ہے سچ ہے ؎

دلے کز دلبرے آرام گیرد | بہ فکرے دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستے ریحان پیش بلبل | نخواہد خاطرش جز نکہت گل
خوش آں دل کاندرو منزل کند عشق | ز کار عالمش غافل کند عشق

اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ مہاجرین اپنے تمکین کے زمانہ میں اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ اور امر معروف اور نہی منکر کریں گے۔ اس بات کا اطمینان دلایا کہ حضراتِ مہاجرین میں سے جو خلیفہ مقرر ہو گا۔ زمانہ خلافت بھی اس سے کوئی کام خلافِ شریعت صادر نہ ہو گا۔ اس کے تمام احکام مطابق شریعت ہوں گے۔ مخالفین صحابہ کرام اپنے آئمہ کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر عصمت کا ثبوت کرنا ان کے اولین و آخرین کے امکان سے

باہر ہے، البتہ اس آیت سے حضرات مہاجرین کے لیے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان میں سے جو شخص مسند آرائے خلافت ہوگا۔ اس کی خلافت میں ایک نمونہ عصمت جو مہاجرین کے لیے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ مخالفین صحابہ کرام کے مزعومہ معصومین کی کروڑوں عصمتیں اس پر قربان ہیں۔ مَكَّنَّا هُمْ کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ مہاجرین کے ہر فرد کو تمکین ملے گی۔ کیونکہ تفسیر آیت استخلاف میں ہم اس کو اچھی طرح بیان کر چکے ہیں کہ بعض نعمتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہر فرد کو مل ہی نہیں سکتیں۔ جیسے سلطنت۔ بادشاہت وغیرہ۔ ایسی نعمتیں جب کسی جماعت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں تو مراد پوری جماعت نہیں ہوتی، بلکہ اس جماعت کا کوئی خاص شخص مراد ہوتا ہے، لیکن چونکہ فائدہ اس نعمت کا اس پوری جماعت کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے وہ نعمت پوری جماعت کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ قولہ تعالیٰ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ سورۃ القصص ع ۱) :۔ اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین مصر میں زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر (دنیوی و دینی) احسان کریں اور ان کو (دنیا میں پیشوا بنا دیں اور (دنیا میں) ان کو (اس ملک کا مالک بنائیں۔ (ترجمہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) حالانکہ ساری قوم بنی اسرائیل امام نہیں بنائی گئی، بلکہ یکے بعد دیگرے چند اشخاص ان میں سے امام بنائے گئے۔ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔ حضرات مہاجرین کے آئندہ حالات کی شہادت دینے کے بعد اس شہادت کو قوی کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ سب کاموں کا انجام ہمارے لیے ہے۔ یعنی ہمارے اختیار میں ہے ہم جس کو جیسا چاہتے ہیں بناتے ہیں یا ہمارے علم میں ہے۔ ہم کو آئندہ پیش آنے والے واقعات کا بھی علم کامل حاصل ہے اس آیت تمکین کے بعد حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی۔ اگر یہ کافر آپ کی بات پر اعتبار نہ کریں۔ آپ کی تکذیب کریں، یعنی ہلاکت و فنا کی جو خبر ان کو سنائی گئی، اس پر یقین نہ کریں۔ تو کچھ پروا نہیں۔ آپ سے پہلے اور رسولوں کو بھی تکذیب ہو چکی ہے اور ہم اس تکذیب کی سزا میں بہت سی قومیں برباد کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں اگلی امتوں کے کئی قصے بیان فرمائے ہیں۔ تمام دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جن لوگوں نے اس خبر الٰہی کی تصدیق نہ کی، وہ کس طرح غارت ہوئے۔ صفحہ ہستی سے اس طرح مٹے کہ نام و نشان بھی ان کا باقی نہ رہا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین کو وہ تمکنت و حشمت ملی کہ کبھی چشم فلک نے نہ دیکھی تھی۔ کافروں نے تو اس خبر کی تکذیب اس وقت کی تھی جب وہ محض پیشگوئی کی شکل میں تھی۔ ان کفار سے بھی زیادہ عبرت انگیز اور تعجب خیز حال ان لوگوں کا ہے جو ان تمام واقعات کے واقع ہونے کے بعد بھی اس خبر الٰہی کی تکذیب پر کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ ان سے اور تو کچھ ہو نہیں سکا۔ تو قرآن شریف کو محرف کہہ کر یا خدا کے لیے بدا تجویز کر کے یا کسی قسم کی تحریف معنوی کر کے اس پیشگوئی کے وقوع سے انکار کرتے ہیں ـــــ اس آیت تمکین کی دلالت حضرات خلفائے ثلثہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم) کی حقیقت (حق ہونے) پر ایسی واضح ہے کہ ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا

ہے. تاہم انضباط بیان کے لیے اس قدر ذہن نشین رہنا چاہیے کہ آیت کا استدلال صرف دو باتوں پر موقوف ہے. اول یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہاجرین میں سے تھے۔ دوم یہ کہ ان تینوں بزرگوں کو تمکین فی الارض یعنی زمین کی حکومت ملی۔ یہ دونوں باتیں ایسی بدیہی ہیں کہ نہ آج تک کسی نے انکار کیا نہ کر سکتا ہے۔ الخ (جاری ہے)

(ماخوذ از تحفۂ خلافت)

مثالِ صبح صادق حرمتِ اصحاب زندہ ہے — کتابِ نور کے لفظوں کی آب و تاب زندہ ہے
ابوبکرؓ و عمرؓ کے نام روشن ہیں زمانے میں — رسولِ اوّل و آخر کا ہر اک خواب زندہ ہے

علیؓ شیرِ خدا کا رعب طاری ہے لعینوں پر
حیاتِ بوذرؓ و عثمانؓ کا یہ باب زندہ ہے

لگایا تھا جو اپنے ہاتھ سے فخرِ دو عالمؐ نے — محبت کا وہ اب تک گلشن شاداب زندہ ہے
کیا تھا جس نے روشن ان کے دل ان کی جبینوں کو — زمیں سے عرش تک وہ مہرِ عالمتاب زندہ ہے

ابھی اصحابِ صفہ کی محافل گرم ہیں انجمؔ
رسولِ پاکؐ کا وہ حلقۂ احباب زندہ ہے

ماخوذ از کرنیں ایک ہی مشعل کی (انجم نیازی)

آیتِ استخلاف کی تفسیر

امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ

وعد اللہ الّذین آمنوا منکم وعملوا الصّٰلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الّذی ارتضٰی لھم ولیبدّلنھم من بعد خوفھم امناً یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔

(ترجمہ) وعدہ دیا خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لاچکے تم میں سے اور نیک کام کر چکے کہ ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا۔ انہیں زمین میں جیسے خلیفہ بنایا تھا۔ ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے (یعنی حضرت یوشع کے بعد حضرت موسیٰ کے اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو حضرت موسیٰ کا زمانہ گزرنے کے ایک مدت بعد) اور ضرور ضرور مضبوط اور پائیدار کرے گا۔ ان کے لیے دین کو وہ دین جس کو پسند کیا۔ اللہ نے ان کے لیے اور ضرور ضرور بدل دے گا ان کے خوف کو امن سے۔ وہ لوگ (ہمیشہ) میری پرستش کرتے رہیں گے اور شریک نہ بنائیں گے میرے ساتھ کسی چیز کو اور جو ناشکری کرے گا۔ بعد اس کے تو وہی لوگ فاسق ہیں) استخلاف کے معنی عرف قدیم و جدید (دونوں) میں یہی ہیں۔ خلیفہ بنانا اور بادشاہ بنانا (یہ لفظ اسی معنی کے لیے قرآن و حدیث میں بکثرت مستعمل ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ نے یا داود انّا جعلناک خلیفۃ فی الارض (اے داؤد۔ بیشک بنایا ہم نے تم کو خلیفہ (یعنی بادشاہ) زمین میں اور فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا مِنْ نبیٍ وَلا خلیفۃٍ (ہر نبی و خلیفہ (یعنی بادشاہ) الخ- اور فرمایا عنقریب آخر زمانہ میں ایک خلیفہ (یعنی بادشاہ) ایسا ہوگا جو مال کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹے گا الخ۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ (کے لفظی معنی گو یہ ہیں کہ ان سب مسلمانوں کو اپنا خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح (اہل عرب) کہتے ہیں۔ استخلف بنوا العباس۔ یعنی خلیفہ بنائے گئے بنو عباس یا (بولتے ہیں) اثری بنوا تعمیم یعنی صاحب ثروت (مالدار) ہو گئے بنی تمیم حالانکہ خلیفہ اور صاحب ثروت ان میں سے ہر زمانہ میں ایک ہی شخص ہوتا ہے (لیکن) محض اس وجہ سے کہ فائدہ خلافت اور ثروت کا تمام قوم کو پہنچتا ہے۔ خلافت اور ثروت کی نسبت تمام قوم کی طرف کی جاتی ہے۔

یہ دونوں باتیں جو ہم نے بیان کیں تاویل نہیں ہیں، بلکہ غالب استعمال یہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ کو اگر تم کلام عرب میں تلاش کرو، تو سنو جگہ موافق اسی روزمرہ کے پاؤ گے۔ یہی طریقہ ہے۔ تاویل اور معنی ظاہر کے پہنچانے کا (کہ جو زیادہ مراد لیے جاتے ہوں وہ معنی ظاہر ہیں اور جو کم مراد لیے جاتے ہوں وہ تاویل ہیں) اور پھر (یہ بھی سمجھ لو کہ) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم پر موعودہ خلفاء کی اطاعت واجب کر دی ان امور میں جن میں خلیفہ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ مثلاً اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں فرمائیں کہ میں نے اس کو تم پر افسر بنایا یا مثلاً خلیفہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کو تم پر قاضی بنایا یا یوں کہے کہ تمہارے مقدمات کے فیصلے کرنے کا میں نے فلاں شخص کو اختیار دیا تو ایسا کہنا اس شخص کے وہ تمام حقوق ظاہر کر رہا ہے جو سردار لشکر پہ یا قاضی کو رعیت پر حاصل ہوتے ہیں۔ گویا یہ لفظ خلافت کے تمام تفصیلی حقوق کے وجوب کو بالاجماع ادا کر رہا ہے اور بغائر نظر دیکھنے سے ایسا کہنے میں کہ میں نے فلاں کو تم پر خلیفہ بنایا اور ایسا کہنے میں کہ میں نے فلاں شخص سے وعدہ کر لیا ہے کہ کل اس کو خلیفہ بناؤں گا۔ کوئی فرق نہیں ہے بعد اس کے کہ کل کا دن آ جائے اور وہ وعدہ پورا ہو جائے۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو خلیفہ بنانے والا ہے اور ان کا خلیفہ بنانا اس کی طرف منسوب ہے (اس سے یہ نہ سمجھنا کہ بغیر اسباب ظاہری کے یہ لوگ خلیفہ بنائے جائیں گے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ چونکہ مُدَبِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور لطیف لما یشاء (یعنی انتظام درست رکھنے والا آسمانوں کا اور زمین کا اور آسانی کے ساتھ کرنے والا اس کام کا جس کو چاہے) لہٰذا جس وقت عالم کی بہتری خلیفہ خاص کے مقرر ہونے میں ہوتی ہے، تو وہ امت کے دلوں میں ڈال دیتا ہے کہ جس شخص کو حکمت الٰہی بنانا چاہتی ہے اس کو خلیفہ بنا لیں (خدا کے کام کرنے کا طریقہ عالم اسباب میں یہی ہے کہ بندوں کے دل میں اس کام کا شوق پیدا کر کے ان کے ہاتھ سے اس کام کو کرا لے) درحقیقت تمام عدم سے وجود میں آنے والی چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے منسوب ہیں مگر (ہر چیز کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ) جب کسی واقعہ میں الہام الٰہی خیر قائم رکھنے کے لیے ہوتا ہے یا اس کی تائید بطور خرق عادت (یعنی بلا اسباب) اس میں شامل ہو جاتی ہے یا کوئی بات اس قسم کی (اس کی طرف سے ہو جاتی ہے) جو اس واقعہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ مزید خصوصیت دے دے۔ وہاں اس قسم کا استعمال کرتے ہیں (اور اس واقعہ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں) جیسا کہ ایک دوسرے موقعہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے نبی تم نے خاک نہیں پھینکی تھی۔ بلکہ اللہ نے پھینکی۔ پس ایسے ہی مواقع میں کسی کام کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے مگر اس نسبت کا فائدہ ہر جگہ جداگانہ ہوتا ہے۔ چنانچہ خلیفہ بنانے کی نسبت اپنی طرف خلفاء کی کمال بزرگی ظاہر

کرنے کے لیے ہے اور اس امر کے ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ استخلاف (خلیفہ بنانا) ایک بڑی نعمت اور درحقیقت ایک بڑی مضبوط چیز ہے جیسے عبادی (میرے بندے) اور بیت اللہ (اللہ کا گھر) و نفخت فیہ من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونکی) میں بندوں کی اور گھر کی اور روح کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی کمال بزرگی اور پسندیدگی کی دلیل ہے۔ لفظ منکم دو معنی کا احتمال رکھتا ہے یعنی کم کا خطاب تمام امت محمدیہ سے ہو یا صرف وقت نزول آیت کے مسلمانوں سے۔ مگر عندالتحقیق دوسرے ہی معنی مراد ہیں پہلے معنی میں بے فائدہ تکرار لازم آتی ہے۔ لفظ الذین آمنوا۔ لفظ منکم بمعنی اول کی ضرورت باقی نہیں رکھتا۔

یہ معلوم ہوگیا کہ الذین آمنوا سے مراد نزول وقت سورہ نور کے مسلمان ہیں تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت معاویہؓ اور دوسرے خلفاء بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس اس آیت کے وعدہ سے خارج ہیں۔ لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم۔ دو معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ خلفاء جن کی خلافت کا اس آیت میں وعدہ ہے جب وہ وعدہ پورا ہوگا، تو دین نہایت کامل طور پر ظاہر ہوگا۔ دوسرے یہ کہ عقائد و عبادات و معاملات و مسائل نکاح و احکام خراج۔ غرض جو جو باتیں ان خلفاء کے عہد میں ظاہر ہوں گی۔ اور وہ جن جن چیزوں کی ترویج میں پورے اہتمام کے ساتھ کوشش کریں گے۔ وہ سب چیزیں پسندیدہ دین ہوں گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت اگر ان خلفاء کا فیصلہ کسی مسئلہ کے متعلق یا ان کا فتویٰ کسی واقعہ کے متعلق پایہ ثبوت کو پہنچ جائے، تو وہ فیصلہ اور فتویٰ دلیل شرعی ہوگا کہ مجتہد اس سے تمسک کرے گا۔ کیونکہ وہ فیصلہ اور فتویٰ بحکم اس آیت کے وہی پسندیدہ دین ہے جس کی تمکین واقع ہوگی۔ گو اجتہاد پر مجتہد کا چاہے وہ مجتہد صحابی کیوں نہ ہو خطا کا احتمال رکھتا ہے اور جو لوگ ہر مجتہد کو تمام مسائل میں صواب ہی پر سمجھتے ہیں ان کے نزدیک ہر مسئلہ میں کئی کئی جواب ممکن ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ صواب پر ہر ایک ہی مجتہد ہوتا ہے اور دوسرا مجتہد خطا پر مگر معذور ہے۔ لیے گناہ ان کے نزدیک احتمال خطا کا دونوں جانب ہے اور چونکہ خلفاء بھی مجتہد تھے۔ لہٰذا ان کے فیصلہ اور فتویٰ میں بھی احتمال خطا کا ہونا چاہیے، لیکن یہ احتمالات ان مسائل کی حقیقت کو جو خلفاء کے زمانہ میں اور ان کی کوشش سے شائع ہوئے نہیں ہٹا سکتے کیونکہ ان مسائل کی حقیقت (یعنی حق ہونا) آیت قرآنیہ سے ثابت ہو چکی ہے۔

بہر حال یہ تو یقینی ہے کہ ان کا قول دوسروں کے قیاس اور استنباط سے زیادہ قوی ہوگا (المختصر) لیمکنن سے موعودہ خلفاء کے زمانہ میں دین حق کا باکمال وجوہ ظاہر ہونا بالکل واضح ہے، نہ جیسا کہ امامیہ کہتے ہیں کہ دین پسندیدہ ہمیشہ پوشیدہ رہا اور ائمہ اہل بیت ہمیشہ تقیہ کرتے رہے اور اپنے دین کے ظاہر کرنے پر کبھی قادر نہ ہوئے بلکہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو دین پوشیدہ رہا وہ غیر پسندیدہ اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر پسندیدہ ہوتا تو اس وعدہ کے مطابق اس کو تمکین ملتی۔ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ

خفا۔ بلکہ تمام مسلمان اس وعدہ کے پورا ہونے کے وقت میں مطمئن اور بے خوف ہو جائیں گے نہ کافروں کے کسی فرقہ سے ان کو خوف رہے گا اور نہ آپس[1] میں ایک دوسرے سے جیساکہ امامیہ خیال کرتے ہیں کہ ائمہ اہلِ بیت ہمیشہ ڈرتے رہے اور تقیہ کرتے رہے اور ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو تکلیف اور ذلت پہنچتی رہی اور کبھی ان کی تائید اور مدد (خدا کی طرف سے) نہ ہوئی۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ جن کے متعلق یہ وعدہ ہوا ہے اور جن کو نعمت خلافت ملے گی، کمال ایمان اور کمال عمل صالح کے ساتھ موصوف ہوں گے (وجہ اس کی یہ ہے کہ، وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کسی کے لیے عُرفاً اس وقت استعمال کرتے ہیں جب وہ عمل صالح میں بہ نسبت عام مسلمانوں کے کچھ فوقیت رکھتا ہو۔ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح توراۃ کے ایک باب میں بلاد شام کے فتح ہوجانے کا وعدہ ہے اور بلاد مفتوحہ کے احکام نازل ہوئے تھے، مگر بمقتضائے حکمت یہ وعدہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں پورا نہ ہوا اور حضرت موسیٰ نے اس وعدہ کے پورا ہونے کے لیے حضرت یوشع کو خلیفہ بنایا اور حضرت یوشع نے بعد وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسّی[۸۰] شہر فتح کیے اور بنی اسرائیل کو مطمئن کر دیا اور ان شہروں کو حضرت موسیٰ کی وصیت کے مطابق بنی اسرائیل پر تقسیم کیا۔ اسی طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاد شام اور بلاد عجم کے فتح کا وعدہ خدا کی طرف سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۔ کہ وہ دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دے گا، مگر یہ وعدہ بمقتضائے حکمت الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر نہ ہوا۔ لہٰذا (اللہ نے) خلفاء کو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کیا تاکہ وہ وعدہ پورا ہو۔ اور جس طرح حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (گروہ) عمالقہ کے غالب ہو جانے اور بنی اسرائیل کے پراگندہ ہو جانے کے بعد خلیفہ ہوتے تھے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ۔ اے داؤد بیشک بنایا ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ اور از سرِ نو انہوں نے مسلمانوں کو مطمئن کر دیا تھا۔ اسی طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور اہل عرب کے مرتد ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو مطمئن کر دیا۔ الحاصل اس تشبیہ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ان خلفاء کی خلافتِ راشدہ اور خدا کے نزدیک پسندیدہ

---

[1] یہ اس وجہ سے سمجھا گیا کہ خوف کا لفظ قرآن میں مطلق ہے اور مطلق کی نفی جب ہی ہوتی ہے جب اس کے تمام افراد معدوم ہو جائیں۔ نیز یہ جملہ اظہار نعمت کے لیے ہے۔ پس اگر یہ صورت فرض کر لی جائے کہ کافروں کا خوف تو جاتا رہا، مگر خود مسلمانوں کو ایک دوسرے کی طرف سے خوف تھا تو یہ کوئی نعمت نہ ہوگی، بلکہ سچ یہ ہے کہ باہمی خوف جس قدر ہو سوہان روح اور خطرناک ہوتا ہے۔ بیرونی خوف ایسا نہیں ہوتا۔" (امام اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی)

ہوگی اور آثار خیر اس سے ظاہر ہوں گے۔ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ میں لفظ لَھُمْ ان دو باتوں میں سے ایک بات پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہ تمکین دین انہی خلفاء کے ہاتھ سے ہوگی اور وہ بتوفیق الٰہی بڑی کوشش اس بارے میں کریں گے اور تائید الٰہی ان کے شامل حال ہوگی (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ) جو کچھ ان خلفاء نے چاہا اور اس کا اہتمام کیا بفضل الٰہی سے وہ کام ان کی مرضی کے موافق (ان کی کوشش سے زیادہ) پورا ہوا (یہ مطلب) اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہوجائے گا کہ (اگر ہم ان کو خلیفہ بنائیں تو وہ نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے یا یہ کہ ان خلفاء کی توجہ تمام تر تمکین دین کی طرف مبذول رہے گی اور وہ ہمیشہ خدا سے اس کی درخواست کرتے رہیں گے اور جب تمکین دین ہوجائے، تو وہ اس سے دینی منافع حاصل کریں گے اور خوش ہوجائیں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور یہ نعمت عظیمہ ان خلفاء پر پوری ہوگی۔ اور حق یہی ہے کہ (لَھُمْ سے یہ دونوں باتیں مراد ہیں اور خلفاء میں یہ دونوں باتیں پائی گئیں) واللہ اعلم۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ وَعَدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اس بات[1] پر دلالت کرتا ہے کہ وہ وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد پورا ہوگا (کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ وعدہ پورا ہوجائے تو اس کی تخصیص اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ بالکل لغو ہوجائے گی۔ معاذ اللہ منہ) اس صورت میں لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ بھی اپنے (اصلی[2]) معنی پر قائم رہے گا۔ لفظ مِنْ کَفَرَ ان خلفاء کے حقیقت خلافت (یعنی ان کی خلافت کے حق ہونے) کی تاکید کر رہا ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ ان بزرگوں کا خلیفہ ہونا ایک بڑی نعمت ہے۔

جس پر حقیقی کا شکر کرنا واجب ہے۔ اس نعمت کی ناشکری سب سے پہلے جس نے کی وہ امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں۔ ان کے بعد فرقہ امامیہ نے (ناشکری) کی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ خلفائے خلافت کو اس کے مستحق سے غصب کرلیا اور ایک عجیب آسمانی آفت پیش آگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی تمام صحابہ نے مخالفت کی اور منصوص بالخلافت کی سب نے نافرمانی کی۔ سبحانك هٰذا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

---

[1] کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگر یہ وعدہ پورا ہونے والا ہوتا تو وعدہ آپ ہی سے ہوتا نہ کہ مسلمانوں سے۔ یا کوئی ایسا لفظ آتا جس میں آپ بھی داخل ہوسکتے جیسے فرمایا وعدکم اللہ احدی الطائفتین یا فرمایا وَعدکم اللہ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً اب یہاں نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وعدہ حضرت کے انتقال کے بعد پورا ہوگا۔ کیونکہ وَعَدکم ایک ایسا لفظ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کے ساتھ مراد ہوسکتے ہیں۔ آیت استخلاف کے وعدوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پورا نہ ہونا ایک تاریخی واقعہ ہے مگر حضرت مصنف نے اپنی دقت پسندی اور جدت فطری کے مقتضا سے اس مضمون کو آیت کے الفاظ سے ثابت کردیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

[2] استخلاف کے اصلی معنی یہ ہیں کہ کسی کو بجائے اس کے بادشاہ بنایا جائے اب اس صورت میں یہ معنی بن جائیں گے کیونکہ مطلب یہ ہوجائے گا کہ نبی کے بجائے ہم تم کو بادشاہ بنائیں گے اور اگر حضرتؐ کے سامنے یہ وعدہ پورا ہونے والا ہوتا تو یہ اصلی معنی نہ بن سکتے بلکہ صرف بادشاہ بنانے کے معنی ہوسکتے۔ (امام اہل سنت مولانا لکھنوی)

مفسرین صحابہ میں سب سے پہلے جس نے اس آیت کو خلفائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کیا اور اس وعدہ کا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پورا ہونا سمجھا وہ علی مرتضیٰ ہیں کرم اللہ وجہہ۔ چنانچہ جب حضرت فاروق اعظمؓ نے صحابہ سے (جہاد) عراق میں (خود بنفس نفیس) جانے کی بابت مشورہ لیا تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے یہی آیت پیش کی۔ (اور ان کو فتح کا اطمینان دلایا اور بنفسِ نفیس جانے کے ارادہ سے باز رکھا) یہاں سے بداہتاً معلوم ہوا کہ فاروقِ اعظمؓ کی خلافت منجملہ موعودہ خلافتوں کے لیے ہے۔ حضرت علیؓ کا یہ قول متعدد سندوں سے ثابت ہے۔

اہل سنت کی کتابوں میں بھی اور شیعوں کی کتابوں میں بھی نہج البلاغۃ میں (جو شیعوں کی اعلیٰ ترین کتاب ہے) مذکور ہے کہ (حضرت علیؓ نے فاروق اعظمؓ سے عرض کیا کہ اس دین کو فتح کثرت (لشکر) سے نہیں ملی اور نہ قلت (لشکر) سے اس کو شکست ہوئی (بلکہ) یہ خدا کا دین ہے جس کو یہ دین پہنچا۔ جہاں تک پہنچا اور پھیلا جہاں تک پھیلا اور ہم لوگوں سے خدا کا وعدہ ہے (چنانچہ اس نے وعدہ فرمایا ہے وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ (پس اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور اپنے لشکر کو فتح دے گا۔ اِلیٰ آخرہ۔ نہ کہ جیسا شیعہ[1] خیال کرتے ہیں کہ یہ وعدہ امام مہدی کے وقت میں پورا ہوگا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا ہو چکا ہوگا۔

لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى اور يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ میں خلیفہ بنانے کی علت غائیہ[2] کا بیان ہے جیسا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ الآیۃ۔

گویا فرماتا ہے کہ ان (موعودین) کے خلیفہ بنانے سے مقصد یہ ہے کہ دین پسندیدہ تمکین پائے اور کلمۃ الٰہی کی بلندی ظاہر ہو جائے اور دین حق کا غلبہ تمام دینوں پر ثابت ہو جائے۔

*(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد اول مقصد اول فصل سوم (مترجمہ امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی)

---

[1] علامہ میثم بحرانی (متوفی ۶۹۹ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں وَهٰذَا الْحُكْمُ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی اللہ کے ضامن ہونے کا مضمون جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے لیا ہے

[2] جو مقصد کسی کام کا ہو وہی اس کی علت غائیہ ہے۔ (امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی)

صحابہ کرام رضؓ معیارِ حق ہیں

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مادرِ علمی دارُ العلوم دیوبند

چونکہ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) انبیاء علیہم السلام اور امت کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے وسیلہ اور ذریعہ سے کتاب اللہ بھی امت کو پہنچی ہے اور سنت بھی۔ اس لیے وہ ہی مدارِ دین ہیں۔ اگر وہ مجروح علیہ ہیں تب تو کتاب اور سنت پر اعتبار ہو سکتا ہے ورنہ تمام دینی عمارت کھوکھلی اور ناپائیدار ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے زنادقہ اور مبتدعین نے ہمیشہ اس جماعت کو مطعون کرنے کی کوشش بلیغ کی ہے ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں:۔ إذا رأيت الرّجلَ ينتقص أحداً مِنْ اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق وَذالكَ انّ الرسول حق والقرآن حق وما جاء به حق وانما أدىّ الينا ذلك كله الصحابة وهؤلاء يريدُون أن يجرحوا شهودنا ليُبطِلُوا الكتابَ وَالسُّنّة والجرح بهم اولى وهُمْ زنادقه (الاصابة فى تميز الصحابة جلد اوّل صـ ۱۱ مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)

(ترجمہ) جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لیے کہ رسول حق ہے اور قرآن حق ہے اور جو رسول لایا ہے وہ حق ہے اور چونکہ ان کو ہم سب تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں تو یہ لوگ ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ کتاب اور سنت کو باطل کر دیں۔ اس لیے انہی کو مجروح کرنا اولیٰ ہے۔ یہی لوگ زندیق ہیں) اور اسی وجہ سے اہلِ حق نے ہمیشہ پوری تحقیق کے ساتھ ان پر عائد کردہ الزامات کی چھان پھٹک کی۔ حق و باطل میں تمیز کی۔ کھرے اور کھوٹے کو پرکھ کر ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھا اور ان کے دامن تقدس پر ادنیٰ درجہ کا بھی دھبہ نہیں آنے دیا جیسا کہ واقعہ تھا اسی کو اپنایا اور اسی کو ظاہر کیا اور اسی پر امت کو چلایا (۲) حافظ ابن عبدالبرّ (متوفی ۴۶۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کے متعلق فرماتے ہیں:۔ فهم خير القرون وَخير امةٍ اخرجت للناس ثبتت عدالة جميعهم بثناء الله عزّ وجلّ عليهم۔ ولا اعدل ممن ارتضاه الله

لصحبته بنيته ونصرته ولا تزكية افضل من ذلك ولا تعديل اكمل منه قال الله تعالیٰ محمد رسول الله والذين معه الآية (استيعاب جلد اول صـ۲)

(ترجمہ) پس یہ لوگ (صحابہ کرام) خیر القرون ہیں اور تمام ان امتوں ہیں جو کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے بنائی گئی ہیں بہترین ہیں۔ ان سب کی عدالت اللہ تعالیٰ کی ثناء اور صفت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء سے ثابت ہوئی ہے۔ اور کوئی زیادہ عدالت والا اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ اپنے نبی کی صحبت اور مدد کے لیے۔ اور کوئی پاکیزگی اس سے افضل نہیں ہے اور نہ کوئی تعدیل اس سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد رسول الله والذين معه الآية)

پھر صـ۷ پر فرماتے ہیں: قال ابو عمرو رضی الله عنه انما وضع الله عز وجل اصحاب رسوله الموضع الذی وضعهم فيه بثنائه عليهم من العدالة والدين والامانة لتقوم الحجة على جميع اهل الملة بما رووه عن نبيهم من فريضة و سنة فصلى الله عليه و رضى عنهم اجمعين فنعم العون كانوا له على الدين فی تبليغهم عنه الى من بعدهم من المسلمين۔

(ترجمہ) حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عدالت اور دیانت کی ثنا اور صفت سے جس عظیم الشان مرتبہ پر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو رکھا ہے، وہ صرف اس لیے کہ ان کی ان روایتوں سے جن کو انہوں نے اپنے نبی کے فرائض اور سنتوں کو روایت کیا ہے۔ تمام امت پر حجت قائم ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان تمام صحابہ سے راضی ہو جائے یہ لوگ دین کو بعد والے مسلمانوں تک پہنچاتے ہیں آپ کی طرف سے بہترین اور اچھے مبلغ تھے۔ محقق ابن ہمام حنفی اور علامہ ابی شریف شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ مسائرہ اور اس کی شرح مسامرہ صفحہ ۱۳۰ میں فرماتے ہیں:۔

واعتقاد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضی الله عنهم وجوباً باثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم كما اثنى سبحانه وتعالى عليهم اذ قال كُنْتُمْ خير امة اخرجت للناس وقال تعالیٰ وكذلك جعلناكم اُمَّةً وَسطاً لتكونوا شهداء على الناس۔ الخ۔

(ترجمہ) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ تمام صحابہ کے وجوب تزکیہ کا ہے کہ ان سب کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے اور ان کی ایسی ثناء اور صفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جتنی اُمتیں لوگوں کے لیے بنائی گئی ہیں۔ ان میں تم سب سے بہتر ہوا ور فرماتا ہے

ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو الخ۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۵۲ھ) اصابہ فی تمییز الصحابہ جلد اول صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں:۔ الفصل الثالث فی بیان حال الصحابۃ۔ اتفق اھل السنۃ علی ان الجمیع عدول ولم یخالف فی ذلک الا شذوذ من المبتدعۃ وقد ذکر الخطیب فی الکفایۃ فصلاً نفیساً فی ذلک۔ فقال عدالۃ الصحابۃ ثابتۃ معلومۃ بتعدیل اللہ لھم واخبارہ عن طھارتھم واختیارہ لھم فمن ذلک قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس وقولہ کذلک جعلناکم امۃً وسطاً۔ وقولہ تعالیٰ رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم وقولہ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ وقولہ یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین وقولہ تعالیٰ للفقرآء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون الی قولہ رؤف رحیم فی آیات کثیرۃ یطول ذکرھا واحادیث شھیرۃ یکثر تعدادھا وجمیع ذلک یقتضی القطع بتعدیلھم ولا یحتاج احد منھم مع تعدیل اللہ ورسولہ الی تعدیل احد من الخلق علی انہ لو لم یرد من اللہ ورسولہ فیھم شیئ مما ذکرنا لاوجبت الحال التی کانوا علیھا من الھجرۃ والجھاد ونصرۃ الاسلام وبذل المھج والاموال وقتل الآباء والاولاد (الابناء) والمنا صحۃ فی الدین وقوۃ الایمان والیقین للقطع علی تعدیلھم والاعتقاد لنزاھتھم وانھم کافۃ افضل من جمیع الخالفین بعدھم والمعدلین الذین یجیئون من بعدھم۔ ھذا مذھب کافۃ العلماء ومن یعتمد قولہ ۔۔۔۔۔ وقد کان تعظیم الصحابۃ ولو کان اجتماعھم بہ صلی اللہ علیہ وسلم قلیلاً مقرراً عند الخلفاء الراشدین وغیرھم فمن ذلک الخ ۔۔۔۔ وروی البزار فی مسندہ بسند رجالہ موثقون من حدیث سعید بن المسیب عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین وقال عبداللہ بن ھاشم الطوسی حدثنا وکیع قال سمعت سفیان یقول فی قولہ تعالیٰ قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ قال ھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم والاخبار فی ھذا کثیرۃ جداً فلنقتصر علی ھذا القدر ففیہ مقنع (الاصابۃ جلد اول۔ صفحات ۱۱ تا ۱۵)

(ترجمہ) فصل تیسری احوال صحابہ کے بیان میں۔ اھل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس میں سوائے چند مبتدعین کے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ کفایہ میں خطیب نے ایک نفیس فصل اس کے متعلق ذکر کی ہے۔ فرمایا کہ عدالت صحابہ کی ان کی اللہ تعالیٰ کی تعدیل اور ان کی پاکیزگی کی خبر دینے اور ان کے مختار بنانے سے ثابت ہوتی ہے۔ ان نصوص اور آیات میں سے آیت خیر امۃ (یعنی تم سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لیے ظاہر کی گئی ہے اور اس طرح ہم نے تم کو متوسط امت بنایا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہوا جب وہ ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور سبقت کرنے والے اول اسلام قبول کرنے والے مہاجرین اور انصار اور جن لوگوں نے ان کی اچھی طرح اتباع کی اور یہ کہ اے میرے نبی آپ کو اللہ کافی ہے اور وہ مومنین جو آپ کی اتباع کر رہے ہیں اور یہ کہ (مال حق) ان فقراء مہاجرین اور انصار کے لیے ہے، جن کو ان کے گھروں اور ان کے مالوں سے نکالا گیا۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہ امت اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ وہی لوگ سچے ہیں ..... اللہ تعالیٰ ان کے لیے رؤف رحیم)

(جاری ہے)

یہ مضمون منسوب ہے) لفظ یار کا معنی بھی نہیں جانتے۔ کاش کہ وہ کتب لغت میں ہی یار کا معنی دیکھ لیتے چنانچہ غیاث اللغات فارسی میں ہے :۔ یار، مددگار، مخفف یارا کہ بمعنی طاقت است۔(ب) یار غار۔ کنایہ از یار صادق۔ چرا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وقتیکہ از مکہ پارا دہ ہجرت برآمد من براہ درمیان غارے سہ روز متواری بودند۔ حضرت صدیق ہمراہ بودند ازیں جہت یار غار کنایہ از یار صادق است (۲) اور فیروز اللغات اردو میں ہے :۔ یار، دوست، مددگار، پیارا، پھیتا ساتھی، رفیق، معشوق، محبوب ہمہ یاراں۔ مشہور شاعر و ادیب مولانا ظفر علی خاں مرحوم کا یہ شعر مشہور ہے ؎

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

گو اس شعر سے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ خلفائے اربعہ (چار یار) ایک ہی مرتبہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان میں فرق مراتب ہے۔ ممکن ہے کہ شاعر نے شرف صحابیت کی وجہ سے ہم مرتبہ کہہ دیا ہو۔ بعض حضرات نے دوسرے مصرعہ میں یوں اصلاح کی ہے کہ ؎

ہم مسلک ہیں یارانِ نبی ہے فرق مگر ان چاروں میں

صاحب بمعنی یار

صاحب عربی لفظ ہے اور یار فارسی اور صاحب کا معنی ہی یار ہے۔ چنانچہ غیاث اللغات فارسی میں ہے :۔ صاحب بمعنی وزیر اور یار۔

آیت غار

سورۂ توبہ۔ رکوع ۶۔ آیت ۴۰ میں ہے۔ "ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" جب وہ دونو تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے۔ تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے فارسی ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں :۔ آنگاہ کہ ایں دوکس در غار بودند۔ آنگاہ کہ می گفت یار خود را۔ اندوہ مخور ہر آئینہ خدا باماست "۔ اس کے حاشیہ پر حضرت محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :۔ یعنی ابوبکر صدیقؓ را :۔ امام المحدثین مفسر قرآن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تو قرآن کے لفظ صاحب کا ترجمہ یار لکھتے ہیں۔ اور اس یار سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ لیتے ہیں اور اس

آیت کے تحت یارِ غار کا محاورہ مشہور ہوگیا ہے اور گہرے وفادار دوست کو یارِ غار کہا جاتا ہے لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی اور ان کے رفقائے کار یارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کو سوءِ ادب اور گستاخی پر محمول کرتے ہیں۔ اگر وہ صاحب اور یار کا مطلب نہیں سمجھتے تو عقیدۂ خلافتِ راشدہ کی حقیقت کو وہ کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مذکورہ خلافتِ راشدہ جنتری کے اس زیرِ بحث مضمون میں حق چار یار اور چار یار" کی اصطلاح کی کھل کر مخالفت کی گئی ہے اور یہ لکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیت استخلاف کا مصداق حضرت خلفائے اربعہ (چار یار) یعنی بلکہ حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ دوسرے خلفاء بھی ہیں۔ حالانکہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ آیت استخلاف یعنی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالۂ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہی چار یار کے لیے تھا۔ (ہدیۃ الشیعہ طبع قدیم ص ۵۶ وطبع جدید ص ۷۵) اور یہ وعدہ تمام صحابہ کرام سے نہیں مہاجرین اوّلین صحابہ سے ہے اور مہاجرین صحابہ کرام میں سے صرف یہی چار یار منصبِ خلافت پر فائز ہوئے ہیں بہر حال یہ مسئلہ اہم ہے جس سے اور خارجی نظریات پر ضرب پڑتی ہے۔ اور انشاء اللہ قرآن کی موعودہ خلافت کے موضوع پر ماہنامہ "حق چار یار" کے کسی شمارہ میں مفصّل لکھا جاوے۔

خلافتِ راشدہ کی ضرورت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر زندہ ہیں۔ قربِ قیامت میں نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اپنی نبوت کے فرائض ادا کر چکے ہیں وہ نئے نبی نہیں ہوں گے۔ ان کے آسمان پہ زندہ اٹھائے جانے اور قیامت سے پہلے نازل ہونے کی دوسری حکمتیں ہیں۔ ان کے نزول سے عقیدہ ختم نبوّت مجروح نہیں ہوتا۔ ہاں اگر بعثت محمدی کے بعد کوئی پیدا ہو کر نبوّت کا دعوےٰ کرے تو وہ کافر ہے۔ مثلاً مسیلمہ کذاب اور مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی دجال کہ وہ بھی دعویٰ نبوت کی وجہ سے کافر اور مرتد ہے اور اس کو نبی یا مسیح موعود اور مجدّد و بزرگ ماننے والے بھی کافر اور مرتد ہیں۔

۲۔ دورِ رسالت میں خود حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب میں کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں کو مغلوب کر کے حکومت الٰہیہ قائم فرمائی۔ شرعی قوانین نافذ فرمائے اور کلمہ اسلام بلند ہو گیا۔ عالمِ اسباب میں حق تعالیٰ کی نصرت سے آپ کو ایک متقی، موحد اور جانباز جماعت صحابہ عطا کی گئی جنہوں نے بدر و حنین کے معرکے سر کئے۔ دس ہزار کی تعداد میں اس قدوسی جماعت نے ۸ھ میں مکہ فتح کر لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جماعتِ صحابہ تو موجود تھی۔ جن میں بیعت رضوان والے صحابہ بھی تھے اور اصحاب بدر اور فاتحین مکہ بھی تھے۔ اب اس امر کی ضرورت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں آپ کی فاتح کردہ حکومتِ الٰہیہ کا انتظام کسی صحابی کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ اس کا تحفظ بھی کریں اور اسلام کو جزیرہ عرب کے علاوہ دوسرے ملحقہ علاقوں میں بھی غالب کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کی خلافت (جانشینی) کا فریضہ کوئی معمولی نہیں ہے۔ اس کے لیے ایمان و عمل کی مخصوص قوتوں کی ضرورت ہے اس لیے اس کا انتظام بھی قادر و حکیم رب کائنات نے خود ہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والے خلفاء کے متعلق وعدہ فرما لیا اور آیت استخلاف اور آیت تمکین میں ان موعودہ خلفائے راشدین کی صفات و علامات بھی بیان فرما دیں۔ چنانچہ اس وعدہ خداوندی کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم منصب خلافتِ راشدہ پر متمکن ہوئے اور وعدۂ خداوندی کے مطابق انہوں نے اسلام کو استحکام بخشا اور نیابت نبوت کے فرائض باحسن خوبی ادا کئے۔

۳۔ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ کا نظام بھی قائم نہ ہوتا اور سلسلۂ نبوت بھی ختم ہو چکا تھا تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کردہ نظامِ حق درہم برہم ہو جاتا۔ امت فیوض و برکات رسالت سے محروم رہ جاتی۔ اور دینِ اسلام کے عالمگیر ہونے کا عقیدہ مجروح ہو جاتا۔ العیاذ باللہ۔ بہرحال نظام خلافت راشدہ ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہوتا ہے:۔ اگر جماعتِ صحابہ اور نظام خلافت راشدہ کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو مابعد کی امت کا توحید و رسالت سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اور قیامت تک کی مسلم حکومتوں کے لیے اسلامی نظام حکومت کا کوئی معیاری نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

خلافتِ راشدہ نبوت کا تتمہ ہے

اس حقیقت کے پیشِ نظر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ فرماتے ہیں :-

(۱) ایامِ خلافت بقیہ ایامِ نبوت بودہ (خلفائے راشدین کی خلافت کا زمانہ بقیہ زمانۂ نبوت تھا"۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد اول ص۱۰ ترجمہ از امام اہلِ سنت مولانا عبدالشکور صاحبؒ لکھنوی)

۲- حضرت محدّث دہلویؒ ازالۃ الخفاء کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :- اما بعد کہتا ہے فقیر حقیر ولی اللہ عُفی عنہ کہ اس زمانہ میں بدعت تشیع آشکار ہو گئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان کے سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کے ثبوت میں تشک کرنے لگے ہیں لہٰذا توفیق الٰہی کی روشنی نے اس بندۂ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بزرگوں کی اصل ہے اصولِ دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مضبُوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہوگا کیونکہ اکثر احکام جو قرآنِ عظیم میں مذکور ہیں مجمل ہیں بغیر تفسیر سلف صالح کے ان احکام کا حل نہیں ہو سکتا اور اکثر حدیثیں خبر واحد ہیں شرح کی محتاج ہیں - بغیر اس کے کہ سلف کی ایک جماعت ان کو روایت کرے اور مجتہدین ان سے استنباط کریں قابل تمسک نہیں ہو سکتیں اور نہ بدوں ان بزرگوں کی کوشش کے متعارض حدیثوں میں تطبیق کی کوئی صورت ہو سکتی ہے - اس طرح تمام فنون و پیشہ مثل علم قرأت و تفسیر و عقائد و سلوک کے بغیر اقوال ان بزرگوں کے کسی اصل پر قائم نہیں رہ سکتے اور سلف صالحین نے ان امور میں خلفائے راشدین ہی کی پیروی کی ہے اور انہی کے دامن کو مضبوط پکڑا ہے - قرآن کا جمع ہونا اور قراۃ شاذہ سے قرأت متواترہ کا امتیاز پانا خلفائے راشدین ہی کی کوشش پر مبنی ہے اور عہدہ قضا کے فرائض اور حدود اور احکام فقہ وغیرہ انہی خلفاء کی ترتیب پر مترتب ہیں - (لہٰذا) جو شخص اس اصل کے توڑنے کی کوشش کرتا ہے وہ فی الحقیقت تمام فنونِ دینیہ کو مٹانا چاہتا ہے"۔ (ازالۃ الخفاء جلد اوّل ص۸ ترجمہ امام اہلِ سنت مولانا لکھنوی)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ خلافت راشدہ کو اصلے است از اصولِ دین قرار دیتے ہیں اور حضرات خلفائے اربعہ (چار یار) کو منصوص مانتے ہیں یعنی ان کی خلافت آیت تمکین اور آیت استخلاف سے بطور اقتضاء النص ثابت ہے - اور اس امر کی بھی آپ نے تصریح کر دی ہے کہ جو شخص اس اصل کو توڑنا چاہتا

ہے وہ فی الحقیقت تمام فنون و پیشہ کو مٹانا چاہتا ہے ۔

۴ ۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ گو نفس خلافت اسلامیہ کا مسئلہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک اصول دین میں سے نہیں ہے لیکن خلفائے اربعہ (چار یار) کی خلافت کا معاملہ عام خلافتوں کی طرح نہیں کیونکہ یہ موعودہ خلافت راشدہ ہے جو وعدۂ خداوندی کے تحت ان حضرات کو ملی ہے اور اسی حیثیت سے اس کو اصولِ دین میں شمار کیا گیا ہے اور اسی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث خلافت راشدہ کو نبوت کا تتمہ قرار دیتے ہیں ۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۹ء (مرتبہ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی) کے مضمون :۔ حقیقت عقیدہ خلافت راشدہ صـ ۶۵ پر لکھتے ہیں :۔ خلافت وسلطنت کا تعلق عقائد کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا شمار فروعات میں ہوتا ہے ۔ چنانچہ قاضی صاحب کے ممدوح مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی مقاصدِ خلافت کے تحت لکھتے ہیں :۔ اور چونکہ خلیفہ کا تقرر مقصود بالذات نہیں ، اسی وجہ سے اہل سنت مسئلہ خلافت کو فروعات میں شمار کرتے ہیں لیکن بسا اوقات بعضے فروعات ایسے ضروری ہو جاتے ہیں کہ ان کا اہتمام اصولی چیزوں سے بھی بڑھ جاتا ہے" (بحوالہ تحفۂ خلافت صـ ۹۷)

الجواب (۱) مذکورہ عبارت میں ہی امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنویؒ نے یہ لکھ دیا ہے کہ :۔ بسا اوقات بعضے فروعات ایسے ضروری ہو جاتے ہیں کہ ان کا اہتمام اصولی چیزوں سے ہی بڑھ جاتا ہے تو جب اصولی چیزوں سے ہی خلافتِ راشدہ کا اہتمام بڑھ گیا ہے تو پھر اس کی شرعی اہمیت سے کون عقلمند انکار کر سکتا ہے ۔

۲ ۔ خلافت راشدہ کی بحث میں ہی امام اہل سنت ، شیعہ علماء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :۔ کبھی کہہ دیتے ہیں کہ خلافت تو سنیوں کے یہاں فروعات میں ہے ۔ یعنی تینوں خلیفوں کی خلافت کو ماننا خود سنیوں کے نزدیک کچھ ضروری نہیں ہے ۔ حالانکہ خلافت کے فروعات میں سے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ضروری نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ توحید و رسالت کی طرح مقصود اصلی نہیں ہے ۔ پھر یہ بحث تو مطلق خلافت کی ہے ۔ تینوں خلیفوں کی خلافت کو ماننا تو ان کی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے اشد ضروریات میں ہے جیسا کہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ ازالۃ الخفاء کے دیباچہ میں فرماتے ہیں :۔ خلافت ایں بزرگواراں اصلے است از اصولِ دین الخ (النجم لکھنؤ ، ۲۰ ؍ جمادی الاخری ۱۳۴۷ھ تفسیر

آیات ملک طالوت) اور مکتبہ امداد ۔ ملتان نے امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوئی کا جو مجموعہ تفاسیر "تحفۂ اہل سنت" کے نام سے شائع کیا ہے اس میں بھی تفسیر آیات ملک طالوت" شامل ہے۔

دورِ حاضر کے فتنوں میں اسلام کے نام پر شدید ترین فتنہ یہ ہے کہ قرآن کی موعودہ خلافتِ راشدہ کا بالکل ہی انکار کیا جائے حالانکہ اس سے انکار رسالت کا دروازہ کھلتا ہے ۔ کیونکہ اگر امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کے فیضان سے کوئی معتدبہ کامل الایمان اور صالح جماعت میدانِ عمل میں نہیں آسکی اور جماعتِ صحابہ میں سے کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل جانشین (خلیفہ) تیار نہیں ہوسکا اور پچیس یا تیس سالہ طویل دور بغیر کسی مستحق اور مخلص و متقی خلیفہ کے یونہی گزر گیا تو اس نظریہ کے بعد حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو اور محض غلبۂ دین میں کیونکر کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے اور تعجب خیز تو یہ بات ہے کہ بعض کم فہم لوگ حُبِ صحابہ اور خلافت راشدہ کا عنوان اپناتے کے باوجود قرآن کی موعودہ خلافتِ راشدہ کی اہمیت اور خصوصیت کو گھٹانے کی مہم چلا رہے ہیں ۔ ان حالات کے پیشِ نظر "حق چار یار" کے نام سے اس ماہنامہ کی شرعی ضرورت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے ۔ حق تعالیٰ اہل سنت والجماعت کو عموماً اور خدام اہل سنت کو خصوصاً عقیدہ خلافتِ راشدہ کی بنیاد پر دین حق کی تبلیغ ، خدمت اور نصرت کی توفیق عطا فرمائیں اور ماہنامہ "حق چار یار" کو اپنے مقاصد میں کامیابی نصیب ہو ۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

خادم اہل سُنت مظہر حسین غفرلہٗ

۲۲، جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ ۳۱، جنوری ۱۹۸۹ء

۲۴-۲۵-۲۶ مارچ ۱۹۸۹ء ۱۵-۱۶-۱۷ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ جمعہ، ہفتہ، اتوار

انشاءاللہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق شان و شوکت سے منعقد ہوگا۔

جس میں ملک کے مشاہیر علماء و مشائخ شرکت فرما رہے ہیں

نوٹ:-

مجاہدِ ملت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت کا درسِ خاص جلسہ کے تیسرے دن علی الصبح ہوگا۔ یاد رہے کہ جلسہ بروز جمعہ قبل از دوپہر شروع ہوگا اور بروز اتوار نماز ظہر تک ختم ہو جائیگا۔ تفصیلی اشتہار علیحدہ شائع ہوگا۔

الداعی الی الخیر: خادم اہل سنت و خادم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم مولوی عبداللطیف غفرلہ

حق چار یار
یا اللہ مدد
جن کی زباں پہ نعرۂ حق چار یار ہے۔
اُن کے لئے ریاضِ جناں کی بہار ہے۔
اے منکرِ خلافتِ خلفائے راشدینؓ
قسمت کو رو کہ تیرے مقدر میں نا رہے
چمن چمن، کلی کلی
صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
مُلک میں پہلی بار انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب سُنّی چارٹ
عقیدہ خلافتِ راشدہؓ اور حق چار یارؓ
سائز 20×30 ○ آرٹ پیپر ○ 4 کلر پرنٹنگ ○ ہدیہ 5 روپے صرف
ترتیب: عبدالرحیم چاریاری (خادم) تحریک خُدامِ اہلسنت والجماعت فیصل آباد ڈویژن (پاکستان)
عنوانات اور خصوصیات
● آیتِ استخلاف اور آیتِ تمکین کی تفسیر میں قریباً 15 کتبِ تفاسیر کے حوالوں سے مزین ● احادیثِ نبویؐ کی تشریح میں جمہور اہلسنت کے محدثینؒ، مؤرخینؒ اور بزرگانِ دینؒ کی تقریباً 40 مستند کتب کے حوالہ جات کا شاہکار ● اردو اور فارسی کے 10 شعراء کا نذرانۂ عقیدت ● پنجتن پاک اور حق چار یارؓ میں فرق۔ ایک نہایت ہی اہم غلطی کا ازالہ۔ اِس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دینِ متین کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی قوتوں میں رافضیت اور خارجیت دونوں سرِفہرست ہیں۔ رافضی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا دشمن ہے اور خارجی حضرت علی المرتضیٰؓ کا۔ (العیاذ باللہ)
اِن دونوں فرقوں کے اِبطال کیلئے حق چار یارؓ کا عنوان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا سُنّی ایٹم بم ہے جس سے کتنے بتانِ باطل پاش پاش ہو جاتے ہیں۔
چھپ کر دستیاب ہے
خلافتِ راشدہ حق چار یارؓ چارٹ ہر سُنّی مسلمان کے گھر میں ہونا انتہائی ضروری ہے
ملنے کا پتہ
مکتبہ ابوبکر صدیقؓ متصل جامعہ حنفیہ (رجسٹرڈ)
امداد ٹاؤن نزد صدیق برادرز۔ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد فون 52992 PP